ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

ہدیہ چار آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۶۰ء | شمارہ ۳۵

دوسرا پنج سالہ منصوبہ

حال ہی میں مرکزی حکومت نے دوسرا پنج سالہ منصوبہ منظور کر کے اسے شائع کیا ہے۔ اس کے متعلق ہمارے وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ اس کا مقصد عوام کا معیارِ زندگی بلند کرنا ہے۔ اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے وزیر خزانہ نے قوم سے تعاون کی اپیل کی ہے۔ اور ساتھ ہی زائد ٹیکس عائد کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم وزیر خزانہ کی تینوں باتوں سے متفق نہیں ہیں۔ اس قسم کے منصوبوں سے نہ عوام کا معیارِ زندگی آج تک بلند ہوا ہے اور نہ آئندہ بلند ہونے کی اُمید ہے۔ اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

۱۔ آمدنی کے ذرائع میں اضافہ

۲۔ ضروریات زندگی کی ارزانی

تقسیم ملک کے بعد نہ عوام کے ذرائع آمدنی میں اضافہ ہوا ہے اور نہ ضروریاتِ زندگی ارزاں ہوئی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بیروزگاری اور گرانی پہلے سے زیادہ ہو گئی ہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے پہلے منصوبے کی تکمیل کے بعد پاکستانی عوام کا معیارِ زندگی بلند ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ گر گیا ہے۔ یہ اسی منصوبہ کا نتیجہ ہے کہ گزشتہ بارہ سال میں دولت چند افراد کی جیبوں میں جمع ہو گئی ہے۔ اس عرصہ میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہو گیا ہے۔ متوسط الحال طبقہ ختم ہو چکا ہے روزمرہ استعمال کی اشیاء اور ضروریاتِ زندگی چند افراد کے قبضہ میں آ گئی ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں مصنوعی قحط پیدا کر کے گرانی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ دوسرے پنج سالہ منصوبہ کی تکمیل کے بعد بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ ملک کے دونوں حصوں میں دولت مندوں کی تعداد میں تھوڑا سا اضافہ ہو جائیگا اور غریب عوام بدستور معاشی مشکلات میں پھنسے رہیں گے۔

جہاں تک قوم کا حکومت کے ساتھ تعاون کا تعلق ہے وہ ہر وقت تعاون کے لئے تیار ہے۔ لیکن جس قوم کی بھاری اکثریت مفلس اور قلاش ہو اس سے سرمایہ کی فراہمی کی توقع رکھنا حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ بارہ سال تک جن لوگوں پر حکومت کی نوازشات ہوتی رہی ہیں وہ پہلے لکھ پتی تھے اب حکومت کی نظرِ عنایت نے ان کو کروڑ پتی بنا دیا ہے۔ وہ اگر اس موقع پر حکومت کی ضروریات کے مطابق سرمایہ فراہم کر دیں تو ان کی دولت میں کمی نہ ہو جائیگی۔ اس کے علاوہ ساری قوم کی طرف سے فرض کفایہ بھی ادا ہو جائے گا۔

ہماری رائے میں زائد ٹیکس عائد کرنا بھی قرین مصلحت نہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس ملک میں پہلے ہی ٹیکسوں کی بھرمار ہے۔ ان میں اضافہ عوام کے لئے نا قابلِ برداشت ہو جائے گا۔ مزید ٹیکس عائد کر کے اگر دوسرے پنج سالہ منصوبہ کی تکمیل کرنی ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ اس منصوبہ کو کسی سرد خانہ کی نذر کر دیا جائے۔ کیا ہماری انقلابی حکومت عوام کی معاشی حالت سے بے خبر ہے کہ ان کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے موہوم خیال سے وہ ان کو اور زیادہ زیر بار کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں اس سے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ عوام کی طرف سے اس قدر تغافل برتے گی۔

ہماری رائے میں حکومت کو دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے متعلق اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ اگر زائد ٹیکس اور عوام سے اپیل کے بغیر اس کے لئے سرمایہ کا بندوبست ہو سکے تو فبہا ورنہ اس کو فی الحال ختم کر دیا جائے۔ جب عوام کے ذرائع آمدنی میں اضافہ ہو جائے اور ضروریاتِ زندگی سستی ہو جائیں اس وقت اس منصوبہ پر دوبارہ عملدرآمد کیا جاسکتا ہے۔

یومِ افواج

۱۰ جنوری ۱۹۶۰ء کو پاکستان میں یومِ افواج منایا گیا۔ پاکستان کی بارہ سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ملک میں یومِ افواج منایا گیا۔ پاکستان کو ہر لحاظ سے اپنی بہادر فوجوں پر ناز ہے۔ اس نے امن اور جنگ دونوں میں اپنا کردار احسن طریقہ سے ادا کیا ہے۔ اس وقت ہماری فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا اعتراف اپنے اور بیگانے یکساں کرتے آئے ہیں۔ صدر محترم نے اس موقعہ پر مسلح افواج کے نام جو پیغام جاری کیا ہے اس کا ایک ایک حرف صداقت کا آئینہ دار ہے۔ صدرِ محترم نے اپنے پیغام میں کہا "آپ (فوج کے جوانوں اور افسروں) نے ہر میدان میں بہادری۔ دیانت داری۔ انصاف پسندی وطن پرستی اور اعلیٰ اخلاقی معیار کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ آپ کی وجہ سے دنیا میں ہمارا سر بلند ہے۔ آپ نے ملک کی اندرونی خرابیوں کا قلع قمع کر کے اعتماد اور استحکام کی جو فضا پیدا کی ہے پاکستانی عوام اس کی وجہ سے آپ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں گے"

تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب میں بھی ہماری فوجوں نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ جن حالات میں ہمارے فوجیوں نے پاکستان آنے والے قافلوں کی حفاظت کی تھی اس کے لئے قوم ان کی ہمیشہ ممنونِ احسان رہے گی۔ اگرچہ ہماری افواج جدید ترین آلاتِ حرب سے بھی مسلح ہیں لیکن ان سے زیادہ انکے حوصلے اور اعتماد علی اللہ قابل قدر ہیں۔ ہم اپنی فوجوں کو ان کی شاندار روایات پر مبارک باد دیتے ہیں اور بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ اُن کو ملک اور ملت کی اس سے بھی بہتر خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ سیلاب کے وقت سڑکوں اور پلوں کی مرمت کر کے آمد و رفت کی بحالی کے سلسلہ میں ہماری فوج ہمیشہ قابل قدر خدمات سرانجام دیتی رہی ہے۔ سرحدوں کی حفاظت کے علاوہ ... سمگلنگ وغیرہ کی روک تھام میں بھی فوج نے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اُن کی ان سب خدمات نے پاکستانی قوم کے دل پر ایک غیر فانی نقش کندہ کر دیا ہے۔

مجلسِ ذکر

اگرچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب ابھی تک ہسپتال میں ہی زیرِ علاج ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب آپ کی صحت پہلے سے بہت اچھی ہے۔ آپ ماشاءاللہ روبصحت ہیں۔ کسی قسم کی تشویش کی ضرورت نہیں۔ اُمید ہے کہ ہفتہ عشرہ تک آپ بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ آپ کی علالت طبع کے باعث اس شمارہ میں ہم "مجلس ذکر" کے عنوان سے آپ کی تقریر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمیں دو تین ہفتے اور یہ عنوان حذف کرنا پڑے اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو ۵ فروری ۱۹۶۰ء کے شمارہ سے دوبارہ یہ عنوان پیش کیا جا سکے گا۔ آخر میں ہم قارئین کرام سے دوبارہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ حضرت کی صحت عاجلہ اور کاملہ کے لئے دعا کریں۔

خطبہ یوم الجمعۃ مورخہ ۹ر رجب المرجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۸ر جنوری ۱۹۶۰ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بعد

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میری تقریر کا موضوع ارکان سیرت کمیٹی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرمایا ہوا ہے اور میں بھی انہیں حضرات کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی مقدس عنوان پر چند سطور ضبط تحریر میں لا کر اس اجتماع عظیم میں پیش کرنے کے لئے لایا ہوں۔

اگرچہ اس مقدس عنوان پر اپنی نوک قلم کو حرکت میں لانا میرے لئے بعینہ ویسا ہی ہے کہ جس طرح بقول بعض مفسرین حضرات حضرت یوسف علےٰ نبینا علیہ السّلام کے خریداروں میں جہاں بڑے بڑے دولت مند بڑی بڑی گرانقدر رقمیں لے کر خریداری کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ وہاں ایک بڑھیا سوت کی اٹی بھی لے کر آئی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اس بڑھیا سے کہا۔ مائی اس غلام کے خرید کرنے کے لئے تو بڑے بڑے مالدار اپنے خزانوں کے منہ کھولنے کے ارادوں سے آئے ہوئے ہیں۔ تیرے سوت کی اٹی پر تمہیں کس طرح یوسف (علیہ السلام) ایسا غلام مل سکتا ہے۔

بڑھیا کا عجیب جواب

کہنے لگی۔ میں جانتی ہوں کہ اس سوت کی اٹی پر مجھے یوسف (علیہ السلام) ایسا دنیا بھر کا بے نظیر و بے مثل خوبصورت غلام کیسے مل سکتا ہے۔ مگر اس خیال سے اٹی لے کر اس مجمع میں آئی ہوں۔ تاکہ میرا نام بھی قیامت کے دن یوسف ؑ کے خریداروں میں تو شمار ہو۔

بعینہٖ

یہی حال میرا ہے کہ مجھ ایسا سیاہ کار گنہگار اور سید المرسلین خاتم النبیین۔ شفیع المذنبین۔ رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ سیرت پر طبع آزمائی اور خامہ فرسائی ایں چہ بوالعجبی است۔

مگر

سیرۃ کمیٹی کے اس اجلاس کا خاکہ کھینچنے والے حضرات نے مجھ سے مشورہ لئے بغیر اور منظوری حاصل کرنے کے سوا خود ہی اس گنہگار کے لئے یہ مضمون تجویز فرمایا اور یہاں تک جرأت فرمائی کہ اس مقدس اجتماع کے متعلق ایک بہت بڑا پوسٹر طبع کرا کر اور اس میں میرے نام پر یہ مقدس مضمون منسوب کر کے میرے ہاں بھجوا دیا۔ پوسٹر کے وصول ہونے کے بعد میں نے اپنا فرض عین خیال کیا۔ کہ باقی سب مشاغل کو نظر انداز کر کے اس دعوت کو بسر و چشم قبول کروں۔ کیونکہ اس دعوت کا تعلق اس مقدس وجود مسعود سے ہے۔ جس کی نظیر اس دنیا کی ابتدا سے لے کر اس کے خاتمے تک مل ہی نہیں سکتی۔ اور جس کے ساتھ میرا تعلق عقیدت۔ محبت اور اتباع کے باعث ٹھیک رہا۔ تو قیامت کے دن اسی کے حوض کوثر سے پانی پینا نصیب ہوگا۔ جس کی تاثیر کی برکت سے پچاس ہزار سال والے دن میں پھر پیاس نہیں لگے گی۔ جس کی گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا۔

حضور انورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنِ الْمِقْدَادِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنٰى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ (رواہ مسلم)۔

ترجمہ۔ مقدادؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب ہوگا۔ یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مقدار کی بلندی پر ہوگا۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے پسینے میں ہونگے۔ بعض ایسے ہونگے جنکے ٹخنوں تک ہوگا۔ بعض ایسے ہونگے جنکے گھٹنوں تک ہوگا۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہوں گے جن کی کمر تک ہوگا۔ اور بعض ان میں ایسے ہوں گے۔ جس کے منہ کے اندر لگام کی طرح ہوگا۔ اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے (لگام کی صورت دکھانے کیلئے) اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا

ایک فقرہ میں آپ کی بے نظیر سیرت کا اعلان

اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید کے ایک چھوٹے سے فقرے میں حضور انورؐ کی سیرۃ مقدسہ کا بے نظیر نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (سورۃ القلم ع ۱۔ پ ۲۹) ترجمہ۔ بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں۔

نتیجہ

اللہ جل شانہٗ جس مقدس ہستی کے متعلق قرآن مجید میں خلق عظیم کے حامل ہونے کا اعلان فرمائے۔ کیا اس وجود سے بڑھ کر کسی کی سیرت کا درجہ بلند ہو سکتا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب اپنی علالت کے باعث اس جمعہ کیلئے خطبہ تحریر نہیں فرما سکے۔ اس لئے اس شمارہ میں ہم سیرت کے موضوع پر آپ کی ایک غیر مطبوعہ تقریر ہدیہ قارئین کرام کر رہے ہیں۔ حضرت کی موجودہ صحت کا خیال کرتے ہوئے ممکن ہے کہ شاید یہ سلسلہ چند ہفتے اور جاری رہے۔

اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلےٰ اخلاق و ملکات پر آپ کو پیدا فرمایا۔ کیا دیوانوں میں ان اخلاق و ملکات کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی۔ نہ اس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آپ کی زبان قرآن ہے۔ اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی۔ جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ آپ میں فطرۃً موجود اور جس بدی اور زشتی سے روکتا ہے آپ قطعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں۔ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اس قدر بلند ہو۔ بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا۔ آپ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے۔ جس کی بدولت لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ کا خطاب سننے کی نوبت آئی تھی فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہیگی۔ تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اتریں گے۔

حضور انور ؐ کی سیرت کے مختلف پہلو

عرض کرنا چاہتا ہوں اور ان پہلوؤں کے پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر کلمہ گو مرد و عورت کا فرض ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل حیات کو مشعل راہ ہدایت بنائے۔ چنانچہ اس عرضداشت کا

ثبوت

ملاحظہ ہو۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝ سورۃ الاحزاب ع ۳۔ پ ۲۱ ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمیں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اسے چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل حیات کو اپنے لئے دنیا کی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر عمل میں مشعل راہ بنائے

نتیجہ

اس اتباع کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہو جائیگا اور جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائے گا۔ اللھم اجعلنا منھم۔

بطور مثال مختلف پہلوؤں کی تفصیل

اگر غور سے دیکھا جائے تو جب اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے آپ ؐ کی حیوٰۃ طیبہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کی مبارک زندگی کا ہر پہلو بے نظیر اور قابل صد تحسین ہے اور آپ ؐ کی مختلف حیثیتوں کو دیکھتے ہوئے یہ شعر یاد آتا ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مثلاً

کبھی دیکھا جائے تو مدینہ منورہ کی مسجد میں پنجوقتہ نماز کے آپ ؐ امام ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو حضور مدینہ منورہ کی جامع مسجد کے جمعہ کے خطیب ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو حضور انور ؐ بحیثیت قاضی اور جج کے فیصلے فرما رہے ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو بحیثیت جرنیل فوج کے میدان جنگ میں فوجوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو حضور انور بحیثیت ایک بادشاہ کے سلاطین دنیا کے ہاں وفود بھیج رہے ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو مدینہ منورہ کی دنیا بھر کی مرکزی درسگاہ علم مسند درس پر درس علم و حکمت سے خدام کے قلوب کو منور فرما رہے ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو سلاطین کی طرح باہر سے آئے ہوئے وفود کو شرف ملاقات کا موقعہ عطا فرما رہے ہیں۔

کبھی دیکھا جائے تو میدان جنگ میں جب بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ چکے ہیں تو دشمنان اسلام کو اس نعرہ سے مرعوب کر رہے ہیں۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ "میں جھوٹا نبی نہیں ہوں (کہ کفر کی ہیبت سے مرعوب ہو جاؤں۔) اور ویسے بھی میں ایسے دادا کا پوتا ہوں۔ اس لئے بھی میری خاندانی روایات کے خلاف ہے کہ دشمنوں سے مرعوب ہو کر میدان جنگ چھوڑ جاؤں۔

حضور انور ؐ کی سیرت کا ایک پہلو

آپ کا تعلق باللہ

پہلا اعلان

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝ سورہ البقرہ ع ۴۰ پ ۳۔ ترجمہ۔ رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے۔ اور مسلمانوں نے بھی مان لیا سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان اور آپ ؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان کی شہادت دی کہ سب مومن ہیں اور کچھ تفصیل بھی فرمائی ہے کہ فقط آپ ؐ پر ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ آپ ؐ سے پہلے بھی جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے تھے ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں اور تمام سابقہ کتب سماویہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور حضور انور ؐ اور

اور آپؐ کے صحابہ کرام اعلان فرما رہے ہیں کہ اے اللہ ہمنے تیرے نازل کردہ احکام کو سُن لیا اور ہم ان سب کو مانتے ہیں۔ (یعنی ان احکام پر عمل بھی ضرور کریں گے۔) اے اللہ اگر تیرے احکام کی تعمیل میں کوئی قصور ہو جائے تو معاف فرما دیں۔ اے اللہ (ہمارا یقین ہے) ہم نے دنیا سے رخصت ہو کر پھر تیرے ہی حضور میں پیش ہونا ہے۔ (لہٰذا اس دن کی کامیابی کے لئے تیرے نازل کردہ احکام پر ضرور ہی عمل کریں گے)۔

سچّا کھرا اور اصلی امّتی

قرآن مجید کے مذکور الصدر اعلان کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا کھرا اور اصلی امّتی کہدیجیئے۔ یا مسلمان کہہ دیجیئے۔ فقط وہ شخص ہوگا۔ جو مذکورۃ الصدر آیت کے نقل شدہ اعلانات کو تہ دل سے مانے ورنہ اگر ان احکام کو دل سے نہ مانے تو بے ایمان ہوگا۔ اور اگر دل سے تو مان لے۔ مگر عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہو تو وہ مومن فاسق کہلائے گا۔ یعنی بد معاش

دوسرا اعلان

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝) سورۃ الانعام ع ۲۰ ۔ پ ۸ ۔

ترجمہ ۔ کہہ دو ۔ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ۔

حاصل

یہ ہے کہ سید المرسلین ؐ خاتم النبیین ؐ نے اس آیت میں اپنے متعلق اعلان فرما دیا ہے کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وقف ہے یعنی وہی کام کرونگا ۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور کوئی کام ایسا نہیں کروں گا ۔ جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو

نتیجہ

چونکہ ہر ایک مسلمان کو رسول اللہ صلعم کی پاکیزہ زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنانے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے پر مجبور کیا گیا ہے ۔ لہٰذا اگر سب مسلمان حضور انورؐ کے اس اعلان نمبر دوم کا صحیح معنی میں اتباع کریں ۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کی امت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا ۔

تیسرا اعلان

فَاِنْ حَاجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝) سورہ آل عمران رکوع ۲ ۔ پ ۳ ۔

ترجمہ ۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں ۔ تو ان سے کہہ دیں کہ میں نے اپنا مُنہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے کہدے جنہیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھوں سے ۔ آیا تم بھی (اللہ کے حکم کے) تابع ہوتے ہو ۔ پھر اگر وہ تابع ہو گئے تو انہوں نے بھی سیدھی راہ پالی ۔ اور اگر وہ منہ پھیریں تو تیرے ذمے فقط پہنچا دینا ہے ۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ۔

خلاصہ

اس اعلان کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اور میرے تابعداروں (یعنی صحابہ کرامؓ) نے اپنے آپ کو سپرد خدا کر دیا ہے ۔ اب ہماری جانوں میں اللہ تعالیٰ ہی کا تصرف ہوگا ۔ جو چاہے حکم فرمائے ۔ ہماری ہر نقل و حرکت ۔ ہر نشست و برخاست ۔ اسی کے حکم کے تابع ہوگی ۔ کھلائیگا تو کھائینگے کھانے سے منع کرے گا تو ہرگز نہیں کھائینگے پلائے گا تو پیئیں گے ۔ اگر پینے سے روکدیگا تو ہرگز نہیں پیئیں گے (اسی کا نام رونا ہے) پہننے کی اجازت دے گا تو پہنیں گے ۔ اگر پہننے سے روک دے گا تو ہرگز نہیں پہنیںگے مثلاً ریشم ۔ پلائے گا تو پیئیں گے ۔ اگر پینے سے منع کرے گا ۔ تو ہرگز نہیں پیئیں گے ۔ مثلاً شراب ۔ جس مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے گا تو بیٹھیں گے ۔ مثلاً مجلس اشاعت کتاب وسنتہ اور جس مجلس میں بیٹھنے سے منع کرے گا ۔ ہرگز نہیں بیٹھیں گے ۔ مثلاً مجلس کفار و منافقین جو اس وقت پکے اسلام کے دشمن تھے ۔

علیٰ ہٰذا القیاس

جو نقشہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا میں نے سطور بالا میں پیش کیا ہے یہ در اصل ان کی سیرت مقدسہ سے میں نے اخذ کیا ہے ۔ علیٰ ہٰذا القیاس جو مسلمان اس پیش کردہ سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالیگا وہی کھرا ۔ اصلی اور سچّا مسلمان ہوگا ۔ ورنہ نہیں ۔ اے مسلمان ۔ کیا تو کھوٹی چیز بجائے کھری کے لینے پر راضی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ۔

اپنے گریبان میں منہ ڈال کر

سوچو ۔ کیا اللہ تعالےٰ نے نقلی اور کھوٹے مسلمانوں کے لئے بہشت تیار کیا ہوا ہے بہشت کے مستحق فقط وہ مسلمان ہو سکتے ہیں جو اصلی ۔ کھرے اور سچے ہوں اور کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ ہیں ۔ وما علینا الا البلاغ ۔

حضور انورؐ کی سیرت کا دوسرا پہلو

حضورؐ کا مومنین سے تعلّق

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ ع ۱۶ پ ۱۱) ترجمہ البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے ۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے ۔ تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

اس آیت پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ کا حاشیہ ملاحظہ ہو ۔ جس کے حسب ونسب اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو ۔ جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ ان پر بہت بھاری ہے ۔ ہر ممکن طریقہ سے آپؐ یہ ہی چاہتے ہیں کہ امت پر آسانی ہو اور دنیوی اور اخروی عذاب سے محفوظ رہے ۔ اسی لئے جو دین آپ لائے ۔ وہ بھی سہل اور نرم ہے ۔ اور عمّال کو آپؐ یہ بھی نصیحت فرماتے تھے ۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (آسانی کرو سختی مت کرو) تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے ۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں ۔ آپ ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر ادھر سے ہٹاتے ہیں آپؐ

کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے۔ کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں۔ بلکہ بحالت مجبوری سخت اپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم اعضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کر کے امت کے مزاج عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔ جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے۔ کس قدر شفیق و مہربان ہونگے"

عبرت

موجودہ دور کے مسلمانوں کو بڑے غور سے اس آیت کے مفہوم پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب ہمیں حضور انور کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے (جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے) تو سوچنا چاہیئے کہ کیا ہم بھی واقعی آپ کی امت کے خیر خواہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ موجودہ مسلمان قوم میں اکثریت ایسے افراد کی ہے جو مسلمانوں کو ہر ممکن دھوکہ فریب دے کر اور ان سے بد دیانتی کر کے انہیں ہر ممکن دکھ دینا چاہتے ہیں۔

کیا

پاکستان میں ہندو آکر چوری کرتے ہیں۔ کیا ہندو آکر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ کیا ہندو آکر مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو اغوا کرتے ہیں۔ کیا ہندو آکر یہاں زنا کر جاتے ہیں۔ کیا ہندو دفتروں میں گھس کر مسلمانوں سے رشوت لے کر کھا جاتے ہیں۔ کیا ہندو یہاں آکر رشوت لئے بغیر افسران بالا تک غریبوں اور حاجتمندوں کی درخواستیں نہیں پہنچاتے۔ کیا یہاں آکر بڑے دکانداروں سے مال لے جاتے ہیں اور پھر وقت پر روپیہ ادا نہیں کرتے اور پھر بیچارے بڑے بڑے تاجروں کو مقدمہ لڑ لڑ کر بمشکل روپیہ وصول ہوتا ہے۔

اور کیا

یہی مسلمان ہیں جو پاکستان کی عزت کو اپنی دیانتداری سے سربلند کریں گے۔ کیا پاکستان کے یہی مسلمان ہیں جو دوسری قوموں سے اپنے بلند اخلاق کے باعث نیکنامی کا تمغہ لیں گے۔ میرے درد دل کا ترجمان ایک شعر ہے۔ وہ سنیئے ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

حضور انورؐ کی سیرت کا تیسرا پہلو

مدینہ منورہ میں ایک ایسا دینی مدرسہ ہے جس میں فقط آسمانی کتاب کا درس دیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کی نظیر دنیا بھر میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ سطح دنیا پر اس وقت فقط ایک ہی آسمانی کتاب موجود تھی۔ جس کا نام قرآن مجید ہے۔ ورنہ دوسری تمام آسمانی کتابیں سطح دنیا سے نیست و نابود ہو چکی تھیں اور اس آسمانی کتاب کے سطح دنیا پر لانے کا باعث بھی فقط رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود ہی تھا۔ اور اس کے سب سے پہلے معلم خود حضور انورؐ ہیں۔ چنانچہ سورہ جمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں آپؐ کے متعلق (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ) کا اعلان کیا گیا ہے (ترجمہ) اور انہیں آپ کتاب (یعنی قرآن مجید) کی تعلیم دیتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ مدینہ منورہ کے اس بے نظیر دینی مدرسہ کے مدرس بھی خود حضورؐ انور ہی ہیں۔ آپ پیغمبر بھی ہیں اور اس بے نظیر مدرسہ اسلامیہ کے مدرس بھی ہیں۔

حضور انورؐ کی سیرت کا چوتھا پہلو

آپ دنیا بھر کے انسانوں کے لئے امراض باطنی سے شفا دلانے کا فن بھی بدرجہ اتم و اکمل جانتے ہیں۔ جس کا نام تزکیہ نفس ہے۔ انسان کے اندر کئی روحانی امراض پائے جاتے ہیں اور عام طور پر انسانوں کو ان کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ ہادی خاص طور پر توجہ نہ دلائے اور اگر خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا رہتے ہوئے انسان دنیا سے رخصت ہوا تو وہ امراض قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائیں گی۔ تو الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان امراض سے بھی صحابہ کرامؓ شفایاب ہو جاتے تھے۔ اس صفت مبارکہ کے لحاظ سے آپ کو سورہ جمعہ کے رکوع اول پارہ ۲۸ میں (وَيُزَكِّيْهِمْ) اور انہیں پاک کرتا ہے کے عہدہ سے یاد فرمایا گیا ہے۔ حضور انورؐ کا یہ فرض آج کل صوفیائے عظام ادا کرتے ہیں۔ جو ان کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائے۔ پھر وقتاً فوقتاً ان امراض روحانی کی اطلاع بھی دیتے رہتے ہیں اور ان کا علاج بھی بتلاتے ہیں۔ اور اپنی باطنی توجہ بھی اس شخص کی اصلاح کے لیے مبذول فرماتے رہتے ہیں۔ بفضلہ تعالےٰ اس طرح پر ایک مدت مدید کے بعد طالب حق کی واقعی اصلاح ہو جاتی ہے پھر اس بندہ خدا پر یہ اشعار صادق آتے ہیں ؎

نہ تھی حال کی جبکہ اپنے خبر
نظر آتے تھے سب کے عیب و ہنر
پڑی حال پہ جبکہ اپنے نظر
کسی کا کوئی عیب ہی نہ رہا

ایک طالب مولیٰ کی تمنا

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بیجان کر دے

اصلی اور سچا صوفی

وہ ہے۔ جس میں کتاب و سنتہ کے اتباع کا رنگ پورے طور پر پایا جائے اگر خدانخواستہ ایک شخص صوفیانہ بھیس میں ہمارے سامنے آئے اور لاکھوں مرید بھی ساتھ لائے جو اس کے ساتھ بیعت کا تعلق رکھتے ہوں۔ اگر وہ کتاب و سنتہ کا متبع نہیں ہے تو میں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ ایسے صوفی کی طرف عقیدتمندی سے نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ ہے اور اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اور بے خبری میں ہو جائے تو اس کو توڑ کر کسی متبع کتاب و سنتہ کے ساتھ تعلق جوڑنا فرض عین ہے۔ اگر خدانخواستہ بیعت نہ توڑی اور اسی کے ساتھ جڑے رہے۔ تو جہاں وہ جائے گا۔ تمہیں بھی وہیں جانا پڑے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

کھانا کھا کر نماز پڑھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِکُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ وَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْہُ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یُوْضَعُ لَہُ الطَّعَامُ وَیُقَامُ الصَّلٰوۃُ فَلَا یَاْتِیْھَا حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْہُ وَاِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ (متفق علیہ

ترجمہ۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبکہ تم میں سے کسی کے سامنے رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے۔ تو پہلے کھانا کھالے۔ اور کھانا کھانے میں جلدی نہ کرے اور اطمینان کے ساتھ کھا کر فارغ ہو۔ اور ابن عمرؓ کے سامنے رات کا کھانا رکھا جاتا اور نماز شروع ہو جاتی اور آپ نماز کو نہ آتے۔ جبتک کھانا نہ کھا لیتے اور امام کی قرأت سنتے رہتے۔

خوشبو لگا کر عورت مسجد میں نہ جائے

عَنْ زَیْنَبَ اِمْرَاَۃِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَہِدَتْ اِحْدٰکُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِیْبًا

(رواہ مسلم)

ترجمہ۔ زینب عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی مسجد میں جائے۔ وہ خوشبو نہ لگائے۔

عشاء اور فجر کی نمازوں کی فضیلت

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ ھَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِیْھِمَا لَاَتَیْتُمُوْھُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الرُّکَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰی مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِیْلَتُہٗ لَابْتَدَرْتُمُوْہُ وَاِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوتَہٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا کَثُرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ۔ ابی بن کعبؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو پوچھا کیا فلاں شخص حاضر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے پھر پوچھا کیا فلاں شخص حاضر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ دو نمازیں یعنی عشا اور فجر کی نمازیں منافقوں پر تمام نمازوں میں بھاری ہیں۔ اگر ان لوگوں کو ان دونوں نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو وہ دوڑ کر اور گھٹنوں کے بل چل کر آتے اور نماز کی پہلی صف فرشتوں کی پہلی صف کے مانند ہے۔ اگر تم کو پہلی صف کی فضیلت معلوم ہو جائے تو تم جلد پہنچنے کی کوشش کرتے۔ اور نماز آدمی کی آدمی کے ساتھ تنہا نماز سے بہتر ہے۔ اور آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک ساتھ پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور جس قدر آدمی زیادہ ہوں خدا کو پسند ہیں۔

جماعت کی تاکید

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَۃَ

(رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ۔ ابوالدرداء کہتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ نماز جماعت سے نہ پڑھیں تو شیطان ان پر غالب ہو جاتا ہے۔ پس جماعت کو تم ضروری سمجھو۔ اس لئے کہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْہُ مِنِ اتِّبَاعِہٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلّٰی (رواہ ابوداؤد والدارقطنی۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سنے اذان مؤذن کی۔ پس اس کو نہ روکے مؤذن کے اتباع سے کوئی عذر صحابہؓ نے پوچھا عذر کیا۔ فرمایا خوف اور بیماری۔ نہیں قبول کی جاتی وہ نماز جو بغیر جماعت کے پڑھے یعنی مسجد میں۔

رفع حاجت کے بعد نماز پڑھے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَوَجَدَ اَحَدُکُمُ الْخَلَاءَ فَلْیَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ (رواہ الترمذی وروی مالک وابوداؤد والنسائی)

ترجمہ۔ عبداللہ بن ارقمؓ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو پائخانہ کی حاجت ہو تو پہلے پائخانہ جائے۔

جماعت کی تاکید

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا مَا فِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّیَّۃِ اَقَمْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ وَاَمَرْتُ فِتْیَانِیْ یُحَرِّقُوْنَ مَا فِی الْبُیُوْتِ بِالنَّارِ۔ (رواہ احمد)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز کو قائم کرتا اور اپنے غلاموں کو حکم دے دیتا۔ کہ وہ گھروں میں آگ لگا دیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ادْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا آپ سے عرض کی گئی کہ آپ مشرکوں پر بد دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں لعنت کیلئے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

نعت

عبدالحمید خان شوقؔ بورسٹل جیل لاہور

محمدؐ مصطفےٰ پر جان و دل قربان ہے میرا
یہی ہے زندگی میری یہی ایمان ہے میرا

محمدؐ تک رسائی میں حدیثِ مصطفےٰ رہبر
خدا پہچاننے میں راہبر قرآن ہے میرا

محمدؐ مصطفےٰ کے دوستوں سے دوستی میری
ہے اس رہ میں کوئی دشمن تو وہ شیطان ہے میرا

محمدؐ مصطفےٰ کی خاکِ پا آنکھوں کا سرمہ ہے
حضورؐ پاک کے اقدام میں عرفان ہے میرا

نہیں ہے مطلقاً خطرہ مجھے روزِ قیامت کا
وہ محبوبِؐ خدا سردارِ انس و جان ہے میرا

محمدؐ مصطفےٰ کی نعت خوانی عین راحت ہے
یہی تسکینِ قلب و روح کا سامان ہے میرا

مری خوابوں میں اکثر شوقؔ وہ تشریف لاتے ہیں
میں خوش ہوں خاتمہ بالخیر والایمان ہے میرا

از مولانا سید احمد فریدی امروہی

مکتوب ۲۳[۱] قلیج اللہ ابن قلیج محمد خاں کے نام:

تجلیات مجدد الف ثانیؒ

مکتوبات کے آئینے میں

نصائح

اے فرزند! دنیا محل آزمائش و امتحان ہے۔ اس کے ظاہر کو رنگ برنگ کی باطل ٹیپ ٹاپ سے مزین اور اس کی صورت کو وہمی خال وخط اور زلف وخد سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ نظر آتی ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ ایک مردار ہے۔ جس کو عطر آلود کر دیا گیا ہے۔ ایک کوڑی گھر ہے جو مکھیوں اور کیڑوں سے پُر ہے ایک سراب ہے۔ جو "آب نما" ہے۔ ایک شکر ہے جو زہر میں ملی ہوئی ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب و ابتر ہے۔ اس گندگی کے باوجود اس کا معاملہ اپنے لوگوں سے انتہائی برا ہے۔ اس دنیا کا فریفتہ (درحقیقت) دیوانہ اور جادو زدہ ہے۔ اس کی محبت میں جو گرفتار ہے۔ وہ مجنوں اور فریب خوردہ ہے ——— جو شخص اس کے ظاہر پر لٹو ہو اور ابدی خسارے کے داغ سے داغدار ہو گیا۔ اور جس نے اس کی (ظاہری) حلاوت و طراوت پر (للچائی ہوئی) نظر ڈالی۔ سرمدی ندامت اس کے حصے میں آئی۔

سرور کائنات حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ما الدنیا والاخرۃ الا ضرتان ان رضت احداھما سخطت الاخرٰی۔ ترجمہ (دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوتن سوتن ہیں۔ ان میں سے ایک راضی ہوئی تو دوسری ناراض ہو گئی۔)

بنا بریں جس نے دنیا کو راضی کیا۔ آخرت اس سے غصے میں رہی۔ ناچار وہ آخرت سے بے نصیب رہا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور تم کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے محفوظ رکھے۔ اے فرزند جانتے ہو۔ دنیا کس کو کہتے ہیں؟ جو چیز بھی اللہ تعالےٰ سے تم کو باز رکھے وہ دنیا ہے ——— پس زن و فرزند مال و جاہ و ریاست (اگر یہ خدا سے غافل

کر دیں) نیز لہو و لعب اور لایعنی اشیاء میں مشغولیت۔ یہ سب چیزیں داخل دنیا ہیں۔ جو علوم آخرت میں کام آنے والے نہیں۔ وہ بھی دنیاوی ہی ہیں ——— اگر علوم نجوم و منطق اور ہندسہ و حساب اور ان جیسے دیگر عقلی علوم کی تحصیل آخرت میں کار آمد ہوتی۔ تو تمام فلاسفہ اہل نجات ہوتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندے سے اللہ تعالےٰ کی روگردانی کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی مشاغل میں مشغول ہو ؎

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جان کندن است

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ علم نجوم اوقات صلوٰۃ کی پہچان کے لئے درکار ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علم نجوم کی تحصیل کے بغیر معرفت اوقات حاصل ہی نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ علم نجوم بھی معرفت کا ایک طریقہ ہے (علم نجوم ہی پر معرفت اوقات موقوف نہیں ہے) چنانچہ بہت سے لوگ ہیں جو علم نجوم سے خبردار نہیں۔ لیکن اوقات صلوات کو عالمان نجوم سے بہتر پہچانتے ہیں۔ قریب قریب یہی بات علم منطق اور علم حساب وغیرہ علوم عقلیہ کی تحصیل کے بارے میں بھی ہے۔ کہ وہ بعض علوم شرعیہ میں درکار ہیں (یعنی علوم شرعیہ کلیتہً ان علوم کے محتاج نہیں۔ البتہ ایک طریقہ معرفت یہ علوم عقلیہ بھی ہیں) ——— بہر حال بہت سے حیلوں کے بعد ان علوم عقلیہ میں مشغول رہنے کا جواز نکلتا ہے۔ بشرطیکہ علوم عقلیہ کے پڑھنے سے سوائے معرفت احکام شرعیہ اور تقویت ادلہ کلامیہ کے اور کوئی مقصد نہ ہو اور اگر دوسرا کوئی مقصد ہوگا تو ہرگز جائز نہیں ——— ذرا غور کرو کہ اگر کسی امر مباح کے اختیار کرنے سے امور واجبہ کا فوت ہونا لازم آتا ہو تو وہ امر مباح دائرہ اباحت سے نکل جاتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم عقلیہ میں (بغیر نیت صحیح و بغیر ضرورت) مشغول رہنا علوم شرعیہ میں مشغول رہنے کو فوت کر دیتا ہے۔

اے فرزند! تم کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے ابتدائے جوانی میں توفیق توبہ نصیب کی تھی اور سلسلہ نقشبندیہ کے ایک درویش کے ہاتھ بیعت کرایا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ شیطان و نفس کے مقابلے میں تم کو اس توبہ پر استقامت حاصل ہوئی ہوگی یا نہیں؟ (بظاہر) استقامت مشکل نظر آتی ہے ——— اس لئے کہ نوجوانی کا عالم ہے۔ اسباب دنیوی سب کے سب موجود ہیں۔ اور ہم نشین زیادہ تر نامناسب اور ناموافق ہیں۔

ہمہ اندرز من بتو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

اے فرزند! "فضول مباحات" سے اجتناب کرنا چاہیئے اور (ضروری) مباحات میں بھی بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے اور وہ بھی اس نیت سے کہ وظائف بندگی اطمینان سے ادا ہو جائیں ——— مثلاً خوراک سے مقصود یہ ہے کہ طاعات کی ادائیگی پر قوت و طاقت حاصل ہو جائے ——— پوشاک کا مقصد یہ ہے کہ قابل پوشیدگی حصہ جسم کی پوشیدگی اور گرمی و سردی کا بچاؤ ہو جائے۔ اسی پر تمام مباحات ضروریہ کو قیاس کر لو۔ اکابر نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا پسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور رخصت سے حتی الامکان پرہیز کیا ہے ——— "عزائم" میں سے یہ بھی ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے اور اگر یہ دولت میسّر نہ آئے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ دائرہ مباحات (امور جائزہ) سے قدم باہر نہ رکھا جائے۔ اور محرمات و مشتبہات تک نہ پہنچایا جائے ——— امور مباحات سے پورے طریقے پر لطف اندوز ہونے کو تو خود اللہ تعالےٰ نے ہی اپنے کمال کرم سے جائز قرار دے دیا ہے

---

[۱] مولانا قلیچ احمد خاں گورنر پنجاب و کابل (بعہد اکبری) کے صاحبزادے تھے۔ ان کے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے۔

اور دائرہ عیش و تنعم کو بہت وسیع کر دیا ہے (پھر کیا ضرورت ہے! کہ اس کے آگے قدم بڑھا کر داد عیش و تنعم دی جائے) —— اب ظاہری تنعمات سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ کونسا عیش اس عیش کے مساوی ہے کہ مولا اپنے بندے کے افعال و کردار سے راضی ہو اور کونسی کلفت اس کے برابر ہے کہ اس کا مولی اس کے اعمال سے ناراض ہو —— جنت میں جو اللہ کی رضا حاصل ہوگی وہ جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اس کی ناراضگی دوزخ سے بدتر ہے۔ بندہ اپنے مولی کے حکم کا محکوم ہے۔ اس کو یونہی اس کی مرضی پر مہمل نہیں چھوڑ دیا گیا ہے —— فکر کرنا چاہیئے اور عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیئے۔ ورنہ کل بروز قیامت سوائے ندامت و خسارت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

—— کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ جوانمرد وہ ہے جو جوانی کو بیکار ضائع نہ کرے اور فرصت کو غنیمت سمجھے —— ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کو بڑھاپے کے زمانے تک زندہ نہ رکھا جائے اور اگر بڑھاپے تک زندہ بھی رہا تو اطمنان میسر نہ ہوگا۔ اور اطمینان میسر ہو بھی جائے تو ضعف و سستی کا زمانہ اس سے (کچھ کار خیر) نہیں کرا سکتا۔

یہ وقت جب تک تمام اسباب جمعیت قلب میسر ہیں۔ اور والدین کا سایہ بھی جو کہ منجملہ انعامات حق ہے —— موجود ہے —— کہ غم معیشت سب ان کے سر پر ہے —— فرصت کا وقت ہے —— اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے —— کس عذر کی بنا پر آج کو کل پر ٹالا جائے۔ اور تاخیر کی جائے —— ہاں اگر دنیائے دنی کے کاموں کو کل پر ٹال دو اور آج اعمال آخرت میں مشغول ہو جاؤ تو یہ بات بہت ہی اچھی ہوگی۔ جیسا کہ اس کا برعکس بُرا ہے۔

اس وقت جبکہ آغاز جوانی میں نفس و شیطان کا غلبہ ہے —— تھوڑے سے عمل کا وہ اعتبار ہوگا۔ جو عدم غلبۂ دشمن کے وقت بڑے سے بڑے عمل کا نہ ہوگا —— سپاہیوں کو دیکھو کہ غلبۂ اعداء کے وقت اُن کی ادنیٰ بھاگ دوڑ کتنی معتبر اور قابل وقعت ہوتی ہے اور امن کے زمانہ میں ان کی جد و جہد کا یہ مرتبہ نہیں ہوتا ——

اے فرزند۔ انسان جو کہ خلاصۂ موجودات ہے —— اس کی پیدائش کا مقصد نہ تو لہو و لعب ہے اور نہ کھانا اور سونا ہے —— اس کی پیدائش کا مقصد تو وظائف بندگی کو ادا کرنا۔ نیز جناب قدس میں ذلت و انکسار۔ عجز و افتقار اور دوام التجا و تضرع ہے۔ وہ عبادت جس کو شریعت محمدیہؐ نے بتایا ہے اور جس کی ادائیگی میں خود بندوں کی منفعتیں اور مصلحتیں پنہاں ہیں —— اللہ رب العزت کا اس میں کوئی فائدہ نہیں —— اس کو بجان و دل ممنون ہو کر بجا لانا چاہیئے اور پورے جذبۂ اطاعت کے ساتھ اوامر کو ادا کرنے اور نواہی سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے —— اللہ تعالےٰ باوجودیکہ غنئ مطلق ہے۔ پھر بھی اس نے اوامر و نواہی کے ذریعے بندوں کو سرفراز فرمایا ہے —— ہم محتاجوں کو اس نعمت کا پورے طریقے پر شکر کرنا چاہیئے اور ممنونیت کے ساتھ احکام کی فرمانبرداری کرنا چاہیئے۔

آنعزیز کو معلوم ہے کہ دنیا والوں میں سے کوئی ایسا شخص جس کو شوکت و جاہ حاصل ہے —— کسی زیر دست کو کسی خدمت پر سرفراز کر دیتا ہے۔ تو اگرچہ اس خدمت سے خود صاحب شوکت شخص کو بھی فائدہ ہے۔ لیکن وہ زیر دست اس کے حکم کو کتنا عزیز رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک عظیم المرتبہ شخص نے اس خدمت کا حکم دیا ہے۔ اسی بنا پر پوری ممنونیت کے ساتھ کام کرتا ہے —— تعجب ہے کہ عظمت خداوندی اس صاحب شوکت شخص کی عظمت سے بھی نظروں میں کم ہے (اسی وجہ سے تو) اللہ تعالےٰ کے احکام کی بجا آوری میں کچھ بھی کوشش نہیں ہوتی —— شرم کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو خواب خرگوش سے باہر لانا چاہیئے —— اوامر خداوندی کا نہ بجا لانا دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ بات ہے کہ شریعت نے جو اطلاعات دی ہیں۔ ان کو جھوٹ جانتے ہیں اور باور نہیں کرتے۔ یا یہ ہے کہ عظمت حکم الٰہی دنیا والوں کی عظمت سے نظر میں کم ہے —— غور کرو کہ یہ دونوں باتیں کتنی بُری ہیں۔

اے فرزند! ایک ایسا شخص جسکی دروغگوئی کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ آکر کہتا ہے۔ کہ دشمن کی فوج پورے غلبے کے ساتھ فلاں قوم پر شب خوں مارے گی۔ یہ سن کر اس قوم کے عقلاء اپنی حفاظت کے درپے ہو کر اس بلا کے دفعیہ کی فکر کرتے ہیں —— حالانکہ جانتے ہیں کہ خبر دینے والا دروغگوئی کے ساتھ متہم ہے ——

مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ توہم خطرہ کے وقت بھی نزد عقلاء بچاؤ کا انتظام ضروری ہے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اہتمام کے ساتھ عذاب اخروی کی خبر دی ہے۔ اس خبر سے بالکل متاثر نہیں ہوتے۔ اگر متاثر ہوتے تو اس عذاب کے دور کرنیکی کوشش کرتے۔ اور کمال یہ ہے کہ اس عذاب کے دُور کرنے کا علاج بھی مخبر صادق علیہ الصلاۃ والسلام سے معلوم کئے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ کونسا ایمان ہے کہ مخبر صادق کی خبر کو اس مخبر کاذب کی خبر کے برابر بھی نہ رکھا گیا (جس نے شب خون کی جھوٹی خبر دی تھی)

یاد رکھو بصورت اسلام نجات نہیں دیگی۔ یقین پیدا کرنا چاہیئے —— یقین کہاں ہے؟ یقین چھوڑ ظن بلکہ وہم بھی نہیں ہے۔ ورنہ عقلاً تو خطروں کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں۔ اسی قسم کی ایک بات اور سنو حق تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے) اس ارشاد کے باوجود اعمال قبیحہ کئے جا رہے ہیں۔ اگر کسی حقیر سے حقیر آدمی کے متعلق بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ان اعمال قبیحہ کو دیکھ رہا ہے۔ تو اس کے سامنے بُرے کام نہیں کریں گے۔ لامحالہ اس بات سے تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ (نا عاقبت اندیش لوگ) خبر حق کا یقین و اعتبار نہیں کرتے۔ اب بتاؤ کہ اس قسم کا کردار ایمان ہے یا کفر؟

از جناب محمد شفیع عمر دین صاحب ٹھٹھہ

یَا اَیُّھَا النَّاسُ ——— اے لوگو!

(قسط اوّل)

اللہ تعالےٰ کا یہ خطاب اس کے سب بندوں کے لئے ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گے۔ اس لئے ہر بندے پر یہ فرض عائد ہوتا ہے . . . . کہ اپنے پروردگار کے اس خطاب کے بعد ملنے والے احکام کو بغور سُنے اور انہیں عملی جامہ پہنائے۔

۱۔ دعوتِ ایمان

(۱) یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○

(النساء آیت ۱۷۰۔ ع ۲۳۔ پ۶)

ترجمہ:۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک بات لے کر رسولؐ آ چکا۔ سو مان لو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور اگر انکار کرو گے تو اللہ ہی کا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ "آپؐ کی اور آپ کی کتاب کی تصدیق اور آپؐ کے مخالفین یعنی اہل کتاب کی تغلیط اور تضلیل بیان فرما کر اب عام لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ اے لوگو ہمارا رسولؐ سچی کتاب اور سچا دین لے کر تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو۔ اور نہ مانو گے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اور تمہارے احوال و افعال سے خبردار ہے۔ تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس کا بدلہ ملے گا۔

فائدہ:۔ اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا۔ کہ وحی جو پیغمبرؑ پر نازل ہو اس کو ماننا فرض اور اُس کا انکار کفر ہے"۔

حاصل کلام:۔

۱۔ ہر انسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہیئے
۲۔ اُسے آپؐ پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید (اور اس کی شرح حدیث شریف) کا اتباع کرنا چاہیئے۔
۳۔ اس میں انسان کا اپنا ہی بھلا ہے۔ کیونکہ راہِ انکار پر چل کر وہ اللہ تعالےٰ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مگر اپنا ہی نقصان و زیان یقیناً کر بیٹھتا ہے۔
۴۔ جو کچھ انسان کرتا ہے۔ اس کا اللہ تعالےٰ کو پورا پورا علم ہے۔ انہیں ان افعال کا ایک دن ضرور بدلہ ملے گا۔
۵۔ وہ حکیم ہے۔ اس کا ہر حکم و ہر فعل عین حکمت پر مبنی ہے انسان کے لئے یہی لائحہ عمل ہونا چاہیئے کہ اس کے ہر حکم پر عمل کرے۔

(۲) قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○

(الاعراف۔ آیت ۱۵۸۔ ع ۲۰۔ پ۹)

ترجمہ:۔ کہدو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ نبی اُمی پر۔ جو کہ اللہ پر اور اس کی سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرو۔ تاکہ تم راہ پاؤ۔

حاشیہ حضرت مولینا شیخ الاسلام صاحبؒ "یعنی آپؐ کی بعثت تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔ عرب کے امیین یا یہود اور نصاریٰ تک محدود نہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے۔ آپؐ اس کے رسولِ مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں۔ کہ اس جامع ترین عالمگیر ہدایت کی پیروی کی جائے۔ جو آپ لے کر آئے ہیں۔ یہ اُمی پیغمبرؐ ہیں۔ جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا مرادف ہے"۔

حدیث۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں چھ خصلتوں میں دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ یعنی مجھے چھ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں

(۱) میں جامع کلمے دیا گیا ہوں (یعنی جو الفاظ میں کہتا ہوں وہ مختصر و جامع ہوتے ہیں)
(۲) مجھ کو رعب سے فتح دی گئی۔
(۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا
(۴) ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک بنایا گیا۔
(۵) ساری مخلوق کے لئے مجھ کو نبیؐ بنا کر بھیجا گیا۔
(۶) انبیاءؑ کا مجھ پر خاتمہ ہو گیا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

(۳) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○

(الحج آیت ۴۹۔ ع ۷۔ پ۱۷)

ترجمہ:۔ اے لوگو میں تو صرف تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اب موقع ہے۔ آئندہ کے عذاب سے ڈر کر تعلق باللہ درست کر لو۔ اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ کے احکام کے مطابق بسر کرو۔

۲۔ تعلق باللہ

(۱) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ط ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ زصلے فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ○

(فاطر۔ آیت ۳۔ ع ۱۔ پ۲۲)

ترجمہ اے لوگو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے۔ بھلا اللہ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر کہاں اُلٹے جا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اَن گنت احسان بندے پر ہیں۔
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ط (النحل آیت ۱۸)

(ترجمہ) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو ان کو شمار نہیں کر سکو گے۔ ہمارا اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (الزمر آیت ۶۲)

(ترجمہ) اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہمارا روزی رساں اللہ ہی ہے۔

اَللّٰہُ لَطِیْفٌ م بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ (الشوریٰ آیت ۱۹)

(ترجمہ) اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ جسے جس قدر چاہے روزی دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اب انسان کتنا احسان فراموش ہے۔ کہ ایسے مہربان معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر معبودانِ باطل کی طرف جھکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس واضح حکم کو بھول جاتا ہے۔ کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کرو۔

۳۔ عبادت

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرہ۔ آیت ۲۱۔ ع ۳۔ پ۱)

ترجمہ۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ پرہیزگار بن جاؤ۔

سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے توحید کی تعلیم فرمائی کہ عبادت صرف اپنے پیدا کرنے والے ایک اللہ کی کرو۔ اگر ایک اللہ کے بندے بن گئے اور غیر اللہ کے تعلقات توڑ دیئے تو متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔

۴۔ پرہیزگاری ہی معیارِ عزت ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

(الحجرات آیت ۱۳۔ ع ۲۔ پ۲۶)

ترجمہ:۔ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں۔ تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم سے زیادہ پرہیزگار ہے

۔بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانیؒ :۔

" اکثر غیبت، طعن وتشنیع اور عیب جوئی کا منشا کبر ہوتا ہے۔ کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز یا حقیر ہونا ذات پات اور خاندان ونسبت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو۔ اسی قدر اللہ کے ہاں معزز ومکرم ہے۔ نسبت کی حقیقت تو یہ ہے۔ کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدمؑ اور حواؑ کی اولاد ہیں شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری، سب کا سلسلہ آدم وحوا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کئے ہیں بلاشبہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ اور معزز گھرانے میں پیدا کر دے۔ وہ ایک موہوب شرف ہے۔ جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے۔ لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں۔ کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے۔ اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے بلا اختیار وکسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے۔ کہ غرور وتفاخر سے باز رہے۔ اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد وشرف اور فضیلت وعزت کا اصلی معیار نسب نہیں تقویٰ وطہارت ہے۔ اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا؟ تقویٰ اور ادب اصل میں دل سے ہے۔ اللہ کو خبر ہے۔ کہ جو شخص ظاہر میں متقی اور مؤدب نظر آتا ہے۔ وہ واقع میں کیسا ہے۔ اور آئندہ کیسا رہے گا۔

اِنَّمَا الْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْمِ

مولینا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

منگر اندر نقش واندر رنگ او

بنگر اندر عزم وور آہنگ او

حدیث۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے نسب ایسی چیز نہیں ہے کہ تم ان کے سبب کسی کو برا کہو (یعنی اپنے آپ کو شریف اور دوسروں کو ذلیل خیال کرو) تم سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ سیر کے برابر سیر (یعنی ہم وزن یا ہم پایہ) کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ مگر دین اور تقویٰ کے سبب سے آدمی کی برائی کے لئے اتنی سی بات کافی ہے۔ کہ وہ زبان دراز، فحش بکنے والا اور بخیل ہو (مشکوٰۃ)

حدیث۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک بزرگ وبرتر وہ شخص ہے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے۔ (یعنی متقی وپرہیزگار)

(ایک حدیث جز۔ از مشکوٰۃ)

۵۔ خدا سے ڈرو۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ○ (النساء ایت (۱) ع۔۱۔ پ۴)

ترجمہ:۔ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اسی جان سے اس کا جوڑہ بنایا اور ان دونوں میں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو۔ اور رشتہ داری کے تعلق بگاڑنے سے بچو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبانی کر رہا ہے۔

یعنی اللہ تعالےٰ سے ڈرو جو تمہاری ہر حرکت وسکون اور نشست وبرخاست کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے ڈر کر پرہیزگاری اختیار کرو۔ اس کی اطاعت اور عبادت سے سرتابی نہ کرو اس کے اوامر بجا لاؤ۔ اس کی نواہی سے بچو۔ حاصل کلام جملہ حقوق اللہ کا پورا پورا دھیان رکھو۔

نیز یاد رکھو کہ تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ اس لئے تمہارا آپس میں برتاؤ برادرانہ ہونا چاہیئے۔ لہٰذا آپس میں شفقت، محبت، مہربانی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ سب حقوق العباد بجا لاؤ۔

حدیث۔ اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قاطع رحم یعنی رشتہ ناطے کو توڑنے والا ہو (مشکوٰۃ)

حاصل یہ نکلا کہ صلۂ رحمی نزول رحمت کا باعث ہے۔

حدیث۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ)

حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے رحم کے امیدوار کو چاہیئے کہ مخلوق خدا کے حال پر رحم کرے۔

۶۔ قیامت کا کھٹکا

(۱) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ○

(الحج آیت ۱۔ پ۱۷)

ترجمہ:۔ اے لوگو اللہ سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے۔

" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم فرماتا ہے۔ اور آئندہ پیش آنے والے وحشتناک امور سے ڈرا رہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے۔" (ابن کثیرؒ)

حدیث۔ حضرت ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں کیونکر آرام اور سکون سے بیٹھوں۔ حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والا (یعنی اسرافیلؑ) صور منہ میں دبائے ہوئے ہے۔ کان (حکم سننے کے لئے) لگائے ہوئے ہے۔ پیشانی جھکائے ہوئے ہے۔ اور انتظار میں ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب یہ حالت ہے، تو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھا کرو (مشکوٰۃ)

(۲) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا ٘ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ○

(لقمٰن آیت ۳۳۔ ع۔۴۔ پ۲۱)

ترجمہ:۔ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا۔ اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ پھر دنیا کی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ دغاباز تمہیں اللہ سے دھوکہ میں نہ رکھے۔

" یعنی شیطان دھوکہ دے کہ اللہ غفور رحیم ہے۔ اور دنیا کا جینا بہکا دے کہ جس کو یہاں بھلا ہے۔ اس کو وہاں بھی بھلا ہے۔"

(موضح القرآن)

۷۔ اپنا فائدہ

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ ۚ فَمَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ○ (یونس آیت ۱۰۸۔ ع ۱۱ پ۱۱)

ترجمہ۔ کہہ دو اے لوگو تمہیں تمہارے رب سے پہنچ چکا ہے۔ پس جو کوئی راہ پر آئے۔ سو وہ اپنے ہی کے لئے راہ پاتا ہے۔ اور جو گمراہ رہے گا۔ اس کا وبال ا[س پر] پڑے گا۔ اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام اللہ کی طرف سے سب انسانوں کے لئے لائے ہیں۔ وہ با[لکل] سچے ہیں۔ جو ان کا اتباع کرے گا وہ ہر دو سرا میں کام[یاب] رہے گا۔ جو ان سے پہلو تہی کرے گا۔ وہ اپنا ہی نقصا[ن] اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ باقی دارد

از جناب امیر عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی ★

عالمِ برزخ

چند اصولی باتیں

ما بعد الموت کے سلسلہ کی قرآنی آیات و احادیث پڑھنے اور ان کے مطالب سمجھنے سے پہلے چند اصولی باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ ان باتوں کے مستحضر کر لینے کے بعد وہ وساوس اور شبہات انشاء اللہ پیدا نہ ہوں گے جو حقیقت ناشناسی کی وجہ سے بہت سے دلوں میں اس زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام کا خاص کام (جس کے لئے وہ مبعوث ہوتے ہیں) ہمیں ان باتوں کا بتلانا ہے۔ جن کے ہم ضرورتمند تو ہیں لیکن اپنے عقل و حواس سے بطور خود ہم ان کو نہیں جان سکتے۔ یعنی وہ ہماری عقل کی دسترس سے باہر ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے لئے یقینی علم کا ایک خاص ذریعہ جو دوسرے عام انسانوں کے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی وحی ہے۔ ان کو اسی ذریعہ سے ان چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کو ہم اپنی آنکھوں کانوں اور اپنی عقل و فہم سے دریافت نہیں کر سکتے۔ جس طرح دوربین رکھنے والا آدمی بہت دور کی وہ چیزیں دیکھ لیتا ہے۔ جن کو عام آدمی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔

(۳) کسی نبی کو نبی مان لینے اور اس پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور پورے یقین کے ساتھ اس کو مان لیا اور قبول کر لیا کہ وہ جو بات بتلاتا ہے۔ جس کو ہم خود نہیں جانتے اور نہیں دیکھتے۔ وہ اللہ کی وحی سے اس کا علم حاصل کر کے ہمیں بتلاتا ہے۔ اور وہ سب حرف بحرف صحیح ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو عقلاً نا ممکن اور محال ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری عقل اور ہمارے حواس بطور خود اس کو سمجھ لینے سے عاجز اور قاصر ہوں۔ بلکہ ایسا ہونا ضروری ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام صرف وہی باتیں بتلائیں۔ جن کو ہم خود ہی غور و فکر سے معلوم کر سکتے ہوں تو پھر ان کی ضرورت ہی کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام نے بعد الموت یعنی عالم برزخ (عالم قبر) اور عالم آخرت کے متعلق جو کچھ بتلایا ہے۔ اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جو عقلاً نا ممکن اور محال ہو، ہاں ایسی چیزیں ضرور ہیں۔ جن کو ہم اپنے غور و فکر سے از خود نہیں جان سکتے اور اس دنیا میں ان چیزوں کے نمونے نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کو اس طرح نہیں سمجھ سکتے جس طرح اس دنیا کی دیکھی بھالی چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں۔

(۲) علم کے جو عام فطری ذریعے اور وسیلے ہمیں دیئے گئے ہیں۔ مثلاً آنکھ۔ ناک۔ کان عقل و فہم۔ ظاہر ہے کہ ان کی طاقت اور ان کا دائرہ عمل بہت محدود ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جدید آلات کی خارجی مدد سے ان کے ذریعے بہت سی وہ چیزیں ہمارے علم میں آ جاتی ہیں۔ جن کا پہلے تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ مثلاً پانی میں یا خون میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اب خوردبین کی مدد سے آنکھ ان کو دیکھ لیتی ہے۔ ریڈیو کی مدد سے کان ہزاروں میل دور تک کی آواز سن لیتے ہیں۔ اسی طرح کتابی معلومات کی مدد سے پڑھے لکھے انسان کی عقل اس سے زیادہ سوچ لیتی ہے۔ جتنا کہ آنکھ کان کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کی مدد سے سوچ سکتی تھی۔ اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ کسی حقیقت کا صرف اس بنیاد پر انکار کر دینا کہ آج ہم اس کو نہیں دیکھتے۔ نہیں سنتے۔ یا ہماری عقل اس کو نہیں سمجھتی۔ بڑی بے عقلی کی بات ہے وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ پ۱۵ (یعنی انسانوں کو ساری حقیقتوں کا علم نہیں دیا گیا ہے۔

جسم و روح کا تعلق

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم جو ظاہر ہے اور نظر آتا ہے۔ دوسری روح جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ لیکن اس کے ہونے کا ہم سب کو یقین ہے پھر انسان کے ان دونوں جزوں کا باہمی تعلق اس دنیا میں اس طرح ہے کہ تکلیف و مصیبت یا راحت و لذت کی جو کیفیت یہاں آتی ہے وہ براہ راست جسم پر آتی ہے اور روح اس سے طبعاً متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کو چوٹ لگتی ہے۔ وہ زخمی ہوتا ہے یا مثلاً وہ کہیں آگ سے جل جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ چوٹ اور آگ کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بھی براہ راست جسم ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے

الغرض اس دنیا میں انسان کے وجود اور اس کے حالات میں گویا جسم اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے۔ لیکن قرآن و حدیث میں عالم برزخ کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا یعنی اس عالم میں جس پر جو اچھی بری واردات ہوگی وہ براہ راست اس کی روح پر ہوگی اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے (شاید اسی لئے کہ اس حقیقت کا سمجھنا ہمارے لئے آسان ہو جائے) اس دنیا میں بھی ہمارے لئے ایک نمونہ پیدا کر دیا ہے اور وہ عالمِ رؤیا یعنی خواب ہے، عقل و ہوش رکھنے والا ہر انسان اپنی زندگی میں بار بار ایسے خواب دیکھتا ہے۔ جن میں ان کو بڑی لذت ملتی ہے یا بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن خواب میں یہ لذت یا تکلیف براہ راست دراصل روح کے لئے ہوتی ہے اور جسم تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے۔ یعنی خواب میں آدمی مثلاً جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کوئی لذیذ کھانا کھا رہا ہے تو صرف یہی نہیں دیکھتا۔ کہ میری روح ہی کھا رہی ہے۔ یا خیالی قوت ہی کھا رہی ہے۔ بلکہ اس وقت وہ یہی دیکھتا ہے کہ بیداری کی طرح وہ اپنے اس جسم والے منہ سے کھا رہا ہے۔ جس سے روزانہ کھایا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر خواب میں وہ یہ دیکھتا ہے کہ کسی نے اس کو مارا تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی روح کو مارا گیا۔ بلکہ وہ اس وقت یہی دیکھتا ہے کہ مار اس کے جسم پر پڑی۔ اور اس کے جسم پر ویسی ہی چوٹ لگی جیسی بیداری میں مار پڑنے سے لگتی ہے۔ حالانکہ واقعہ میں جو کچھ گذرتا ہے۔ وہ خواب میں دراصل روح پر گذرتا ہے اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی جسم کا یہ تاثر اتنا محسوس ہو جاتا ہے کہ آدمی بیدار ہونے کے بعد جسم پر اس کے نشانات اور اثرات بھی پاتا ہے۔

الغرض نیند کی حالت میں اچھے یا برے خواب دیکھنے والے شخص پر جو کچھ گذرتا ہے

اس کی نوعیت یہی ہے کہ وہ براہ راست اور اصلی طور پر روح پر گذرتا ہے اور جسم پر اس کا اثر طبعاً پڑتا ہے۔ اسی لئے خواب دیکھنے والے کے قریب والا آدمی بھی اسکے جسم پر کوئی واردات گذرتے ہوئے نہیں دیکھتا کیونکہ ہم اس دنیا میں کسی انسان کے اُن ہی حالات کو دیکھ سکتے ہیں۔ جن کا تعلق براہ راست ان کے جسم سے ہو۔

پس عالم برزخ میں (یعنی مرنے کے بعد سے قیامت کے دور تک اچھے بُرے انسانوں پر جو کچھ گذرنے والا ہے۔ اس کی نوعیت بھی یہی ہے کہ وہ اصلی طور پر اور براہ راست روح پر گذرے گا اور جسم تبعاً اس میں شریک ہوگا۔ اور عالمِ رُویا (خواب) کے تجربات کی روشنی میں اس کو سمجھ لینا کسی سمجھنے والے آدمی کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہے۔

امید ہے کہ اس دنیا اور عالم برزخ کے اس فرق کو جان لینے کے بعد وہ عامیانہ اور جاہلانہ شبہے اور وسوسے پیدا نہ ہوں گے جو قبر کے سوال و جواب اور عذاب و ثواب کی آیات اور احادیث کے متعلق بعض ضعیف الایمان اور کم عقل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ (معارف الحدیث مولانا منظور احمد نعمانی)

قرآنی شواہد

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ پ ۱۳ ع ۱۶۔ (ترجمہ۔ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں مضبوط بات سے مضبوط کرتا ہے اور آخرت میں بھی اللہ راہ بھلا دیتا ہے۔ بے انصافوں کو۔ اور اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

(مطلب) یعنی حق تعالے توحید و ایمان کی باتوں سے مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے۔ رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے۔ اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسے ہی آفات و حوادث پیش آئیں۔ کتنا ہی سخت امتحان ہو۔ قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو۔ محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو۔ ہر موقعہ یہی کلمۂ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

بے انصافوں سے مراد یہاں کفار و مشرکین ہیں وہ دنیا میں بھی بچلے اور اخیر تک بچلتے رہیں گے۔ کبھی حقیقی کامیابی کا رستہ ہاتھ نہ لگے گا۔ اللہ تعالے اپنی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہوتا ہے۔ کرتا ہے۔

(۲) وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ پ ۱۸۔ ع ۶۔ (ترجمہ) اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں۔

(مطلب) ابھی کیا دیکھا ہے۔ موت سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا ہے۔ اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے۔ جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔ عالم برزخ کے بعد قیامت کی گھڑی ہے۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد تمام خلائق کو ایک میدان میں کھڑا کریں گے۔ اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے۔ بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھے گا۔ ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا پ ۲۴۔ ع ۱۰۔ ترجمہ۔ وہ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

(مطلب) دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کئے جائیں گے۔ ہر صبح و شام ان کو دکھلا دیا جاتا ہے۔ تاکہ نمونے کے طور پر اُس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ یہ عالمِ برزخ کا حال ہوا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ اس طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم وغیرہ نے ابن عمرؓ سے روائت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر میت کو صبح و شام اس کا اصلی ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اگر جہنمی ہے تو جہنم اور جنتی ہے تو جنت اور کہدیا جاتا ہے۔ قیامت کے روز تیرا یہ ٹھکانا ہوگا۔ یہ عالم برزخ کی جزا و سزا ہے۔ جو ارواح کو ہوتی ہے اور یہ سزا بہ نسبت اصلی سزا کے جو قیامت کے روز ہوگی کم ہوتی ہے۔ جیسا کہ قید سے پہلے حوالات ہوتی ہے۔ اس آیت میں اس بات کی صاف دلیل ہے کہ مرنے کے بعد عذاب قبر ہوگا۔ اور ثواب بھی۔ جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

قبر کی میت سے گفتگو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس وقت مردہ کو گور میں رکھتے ہیں۔ تو قبر اس سے کہتی ہے۔ اے ابن آدم تو کس بات پر مجھ کو بھولا ہوا تھا۔ کیا تجھ کو معلوم نہ تھا کہ میں رنج و تکلیف کا گھر ہوں اور تاریک گھر ہوں۔ اور تنہائی کا گھر ہوں۔ اور کیڑوں کے رہنے کی جگہ ہوں .. ..

.. .. تو کس بات پر بھولا ہوا تھا کہ جب مجھ پر سے گزرتا تھا تو متکبرانہ طریق سے ایک پاؤں آگے رکھتا تھا اور ایک پیچھے رکھتا تھا۔ اگر وہ مُردہ نیک ہوتا ہے۔ تو اس کی طرف سے کوئی جواب دیتا ہے۔ کہ اے گور! تو کہہ کیا رہی ہے۔ یہ مردِ صالح تھا۔ اس نے امر معروف اور نہی منکر کیا تو قبر کہتی ہے کہ میں لاجرم اس کے لئے بہشت ہو جاؤں گی۔ پھر اس کا بدن نور بن جاتا ہے اور اس کی روح آسمان پر چلی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ مُردہ کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر عذاب ہوتا ہے۔ تو پھر ہمسایہ مُردے اُس کو کہتے ہیں کہ اے بعد میں آنے والے تُو تو ہم سے پیچھے رہ گیا تھا اور ہم تجھ سے پہلے چلے آئے تھے۔ تو نے ہمارے حال سے کیوں عبرت حاصل نہ کی؟ کیا تو نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ ہم اس عالم میں آ گئے اور ہمارے اعمال ختم ہو گئے اور تو نے مہلت پائی جو نیکیاں ہم نہ کر سکے۔ وہ تجھ سے کیوں چھوٹ گئیں؟

سوال منکر و نکیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب بندہ مرتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ان کا چہرہ تو سیاہ ہوتا ہے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ وہ مُردے سے سوال کرتے ہیں کہ تو پیغمبرؐ کے بارہ میں کیا کہتا ہے۔ اگر مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ پیغمبرؐ خدا کا بندہ تھا اور اس کا رسول تھا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ پس اس کی قبر ستر گز چوڑی اور ستر گز لمبی دسیع کر دیتے ہیں اور اس کو روشن کرتے ہیں۔ اور نور سے بھر دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ دلہن کی طرح سو رہ۔ اب تجھ کو کوئی نہیں جگائیگا۔ مگر وہ جس کو تو دوست رکھتا ہے۔ پس اگر وہ مردہ منافق ہوتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ میں تو لوگوں سے جو سنتا تھا۔ وہی کہا کرتا تھا۔ پس زمین کو حکم ہوتا ہے کہ مل جا اور اس کو دبا۔ زمین مل جاتی ہے اور اس کو دباتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں باہم مل جاتی ہیں اور وہ قیامت تک اسی طرح کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے

حدیث شریف میں ہے کہ قبر میں کافر پر دو اندھے اور بہرے فرشتے مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ایک گرز ہوتا ہے اور ان گرزوں کا سرا اونٹوں کو پانی پلانے والے ڈول کی طرح ہوتا ہے اور وہ اس کافر کو قیامت تک مارتے رہتے ہیں۔ ان کی آنکھیں نہیں ہوتیں کہ وہ اس کا حال دیکھیں اور کان نہیں ہوتے کہ اس کی آہ وزاری سنیں (کیمیائے سعادت)

احادیث نبوی

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک سلسلہ کلام میں مردہ کے سوال و جواب اور عالم برزخ یعنی قبر کے سوال و عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا مومن بندہ اس دنیا سے منتقل ہو کر جب عالم برزخ میں پہنچتا ہے۔ یعنی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ تو اس کے پاس اللہ کے دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے؟ کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر نبی کی حیثیت سے کھڑا کیا گیا تھا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تمہیں یہ بات کس نے بتلائی (تمہیں ان کے رسول ہونے کا علم کس ذریعہ سے ہوا؟) وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی (اس نے مجھے بتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں) تو میں ایمان لایا اور میں نے انکی تصدیق کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) کہ مومن بندہ کا یہی جواب ہے۔ جس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ پ ۱۳ ع ۱۶۔

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ ایمان والوں کو سچی پکی بات (صحیح عقیدہ اور صحیح جواب کی برکت) سے ثابت رکھے گا۔ دنیا میں اور آخرت میں (یعنی وہ گمراہی سے اور اس کے نتیجہ میں آنے والے عذاب سے محفوظ رکھے جائیں گے)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ فرشتوں کے مذکورۂ بالا سوالات کے جب اس طرح ٹھیک ٹھیک جوابات دے دیتا ہے تو ایک ندا دینے والا آسمان سے ندا دیتا ہے کہ میرے بندہ نے ٹھیک بات کہی اور صحیح صحیح جوابات دیئے۔ لہٰذا اس کے لئے جنت کا فرش کرو اور جنت کا اس کو لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اس کیلئے ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور اس سے جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں۔ اور جنت میں اس کیلئے منتہائے نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ یہ حال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنیوالے سچے اہل ایمان کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد ایمان نہ لانے والے کافر کی موت کا ذکر آپ نے کیا اور فرمایا۔ کہ مرنے کے بعد اسکی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس بھی دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے بھی پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ خدا ناشناس کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ دین تیرا کیا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر بحیثیت نبی کے مبعوث ہوا تھا۔ تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال تھا؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس سوال و جواب کے بعد آسمان سے ایک ندا دینے والا اللہ تعالےٰ کی طرف سے پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا (یعنی اس نے فرشتوں کے جواب میں اپنا بالکل انجان اور بے جرم ہونا ظاہر کیا۔ یہ اس نے جھوٹ بولا۔ کیونکہ واقعہ میں وہ اللہ کی توحید کا۔ اس کے دین اسلام کا اور اس کے رسول برحق کا منکر تھا۔ پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے منادی ندا کرے گا۔ کہ اس کے لئے دوزخ کا فرش کرو اور دوزخ کا اس کو لباس پہناؤ۔ اور اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ یہ سب کچھ کر دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کے اس دروازے سے اس کو برابر دوزخ کی گرم لپٹیں اور جلانے جھلسانے والی ہوائیں اس کے پاس آتی رہیں گی اور اس کی قبر اس پر نہایت تنگ کر دی جائے گی۔ جس کی وجہ سے اتنا دباؤ پڑے گا کہ اس کے سینہ کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جائیں گی۔ پھر اس کو عذاب دینے کے لئے ایک ایسا فرشتہ اس پر مسلط کیا جائیگا جو نہ دیکھے گا اور نہ سُنے گا۔ اس کے پاس لوہے کی ایسی موگری ہوگی کہ اگر اسکی ضرب کسی پہاڑی پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس موگری سے اس پر ایک ضرب لگائے گا جس سے وہ اس طرح چیخے گا۔ جس کو جن و انس کے علاوہ وہ سب چیزیں سنیںگی جو مشرق و مغرب کے درمیان ہیں۔ اس ضرب سے وہ خاک ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس میں پھر روح ڈالی جائے گی (مسند احمد و ابو داؤد)

(نوٹ۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ مذکورہ سوال و جواب صرف ان ہی مردوں سے مخصوص ہے جو قبروں میں دفن ہوتے ہیں۔ دراصل قبر کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ وہاں مُردوں کو قبروں میں دفن کرنے کا رواج تھا اور لوگ صرف اسی طریقے کو جانتے تھے۔ ورنہ اللہ کے فرشتوں کی طرف سے یہ سوال و جواب ہر مرنے والے سے ہوتا ہے۔ خواہ اس کا جسم قبر میں دفن کیا جائے خواہ دریا میں بہایا جائے۔ خواہ آگ میں جلایا جائے خواہ گوشت خور جانوروں کے پیٹ میں چلا جائے۔ نیز یہ سب کچھ براہ راست اور اصلی طور سے رُوح کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جسم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو وہ تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اور خواب کی مثال اس کے سمجھنے کے لئے کافی ہے اور خواب ہی کی مثال سے اس شبہ کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مردہ دو چار دن تک ہمارے سامنے پڑا رہتا ہے اور اس سوال و جواب کی آواز اس کی لاش سے کوئی نہیں سنتا اور نہ اس پر عذاب یا ثواب کا کوئی اثر معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ ایسے ہی ہے۔ جیسے کہ خواب میں ایک آدمی پر سب کچھ گزر جاتا ہے۔ وہ پا

چیت کرتا ہے۔ کھاتا ہے۔ پیتا ہے۔ لیکن اس کے برابر والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو ہر صبح و شام اس کے سامنے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتیوں میں سے ہے تو جنتیوں کے مقام میں سے اور اگر مرنیوالا دوزخیوں میں سے ہوتا ہے تو اسی طرح صبح و شام دوزخیوں کے مقامات میں سے اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ ہونیوالا ہے تیرا مستقل ٹھکانا اس وقت ہوگا۔ جبکہ اللہ تجھے قیامت کے دن اپنی طرف اٹھائے گا۔ (بخاری و مسلم)

(۳) حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو بہت روتے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو جاتی۔ ان سے پوچھا گیا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ جنت و دوزخ کی یاد کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کی وجہ سے اس قدر روتے ہیں؟ آپؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ پس اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر قبر کی منزل سے بندہ نجات نہ پا سکا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے اور زیادہ سخت اور کٹھن ہیں۔ نیز رسول اللہؐ یہ بھی فرماتے تھے کہ نہیں دیکھا میں نے کوئی منظر مگر یہ کہ قبر کا منظر اس سے اور زیادہ خوفناک اور شدید ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

حضرت عثمانؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ کہ جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ "اپنے اس بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو اور یہ بھی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ اس وقت اس سے پوچھ گچھ ہو گی۔" (ابو داؤد)

(۵) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب مشہور انصار صحابی سعد بن معاذؓ کی وفات ہوئی تو ہم لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ انکے جنازے پر گئے۔ پھر جب رسول اللہؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتار کر جب قبر برابر کر دی گئی۔ تو رسول اللہؐ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا (آپ کو دیکھ کر آپ کے اتباع میں) ہم بھی دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ تو ہم بھی آپ کے اتباع میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ اس وقت آپ کی تسبیح اور تکبیر کا کیا خاص سبب تھا؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ (جس سے اس کو تکلیف تھی) ایسا کہ اللہ تعالےٰ نے تنگی کی اس کیفیت کو دور فرما کر کشادگی پیدا فرما دی۔ اور اس کی تکلیف دور کر دی۔ (مسند احمد)

(۶) حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے۔ کہتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں آزمائش کا ذکر فرمایا جس میں مرنے والا آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ تو جب آپ نے اس کا ذکر فرمایا تو خوف و دہشت سے سب مسلمان چیخ اٹھے اور ایک کہرام مچ گیا۔ (بخاری)

(۷) حضرت زید بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خچر پر سوار قبیلہ بنی نجار کے ایک باغ میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک آپ کی خچر راستے سے ہٹی اور ٹیڑھی ہوئی قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ اچانک نظر پڑی تو دیکھا کہ وہاں پانچ چھ قبریں ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ان قبروں کے مردوں سے کون واقف ہے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں آپؐ نے کہا یہ لوگ کس زمانہ میں مرے تھے۔ اس شخص نے عرض کیا زمانہ شرک میں آپؐ نے فرمایا یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب میں مبتلا ہیں۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن نہ کر سکو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ قبر کے عذاب میں سے جتنا کچھ میں سن رہا ہوں۔ وہ اس میں سے کچھ تم کو بھی سنا دے۔ یہ فرمانیکے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ سے پناہ مانگو سب کی زبان سے نکلا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا سب فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی فتنوں سے بھی سب نے کہا ہم ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ دجال کے عظیم ترین فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم دجالی فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (مسلم)

نوٹ۔ عام سنت اللہ اور عادت اللہ یہی ہے کہ برزخ کی واردات کو جن و انس سے کلی طور پر مخفی رکھا جاتا ہے۔ نہ ہم اس کو دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ لیکن یہ اس کے منافی نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بطور خرق عادت کے کسی مرنیوالے کے برزخی عذاب یا ثواب کی کوئی جزوی کیفیت کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر اپنے کسی بندے کو دکھلا دے۔

شیخ ابن القیمؒ نے کتاب الروح میں بڑے عبرت انگیز واقعات نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے بعض خاص بندوں کو قبر کے عذاب یا ثواب کا کبھی مشاہدہ بھی کرا دیتا ہے۔ یعنی بیداری کی حالت میں آنکھوں سے دکھا دیتا ہے۔ رہا خواب میں دیکھنا۔ اس کے واقعات تو اتنے ہیں کہ اگر اس کو لکھا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبر والوں پر جو عذاب ہو رہا تھا اور جسکی وجہ سے چیخ و پکار ان قبروں میں مچی ہوئی تھی۔ جس کو رسول اللہؐ کے صحابہ کرامؓ بالکل نہیں سن رہے تھے۔ بلکہ آپؐ اس کو سن رہے تھے۔ یہ ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ وحی کا فرشتہ جب وحی لیکر آتا تھا تو بسا اوقات صحابہ کرامؓ بھی اس وقت آپؐ کے قریب ہوتے تھے لیکن آنے والے فرشتے کو ان کی آنکھیں عام طور سے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نہ وہ اس کی آواز سنتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہؐ اس کو دیکھتے اور اسکی آواز سنتے تھے۔ اہل مکاشفہ تو اس صورت حال کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ہم جیسے عوام بھی اسکو خواب والی مثال ہی سے سمجھ سکتے ہیں۔

(ماخوذ از معارف الحدیث مولانا منظور احمد نعمانی)

(۸) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اس کے سامنے عذاب قبر کا ذکر کیا۔ تو وہ بولی خدا تم کو عذاب قبر سے بچائے اس کے بعد آنحضرتؐ تشریف لائے میں نے حضورؐ سے عذاب قبر کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس دن سے ہر نماز کے بعد میں نے حضورؐ کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے دیکھا۔

(۹) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ تو اسکے پاس دو فرشتے سیاہ فام نیلی آنکھوں والے آتے ہیں۔ ان میں ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا۔ اس وقت میت کہتی ہے کہ یہ اللہ کے رسولؐ اور اس کے بندے ہیں۔ پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہم کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ تو یہ کہے گا۔ اور پھر اسکی قبر ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس کو منور کر دیا

باقی صفحہ ۲۰ پر

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

تکبّر کا علاج

گزشتہ سے پیوستہ

اور بعض علماء نے فرمایا کہ اس جگہ "پھر" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے قبل از اسلام یہ نیک کام کئے۔ پھر وہ ایمان لایا تو اب اس کے متعلق یہ سوال پیدا ہوگا کہ آیا اس کے وہ نیک کام جو اس نے قبل از اسلام کئے۔ اسلام لانے کی برکت سے وہ سب قبول ہو جائیں گے۔ حکیم بن حزامؓ ایک اصحابی ہیں جو قبل اسلام لانے کے بھی بہت سخی اور نیک آدمی تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا کہ کیا میرے وہ اعمال اور صدقات و خیرات قبول ہوئے یا ردّ ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ اَسْلَمْتَ عَلیٰ مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ۔ یعنی وہ تمام کے تمام قبول ہو گئے۔ اس جگہ یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ کافر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو کفر کے ساتھ ظالم اور شریر بھی ہوتے ہیں کہ لوگوں پر ظلم کرنے اور دوسری برائیاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور پھر کافر ہی رہنے کی حالت میں مر گئے۔ خاتمہ کفر پر ہوا۔ دوسری قسم وہ کہ نیک دل اور سخی ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں نیک اعمال مثل صدقہ و خیرات وغیرہ کے کرتے ہیں۔ اور خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔ تو ان دونوں میں آیا کوئی فرق ہے کہ نہیں یعنی اس نیک کام کرنے والے کافر کو اس کے نیک کاموں کی وجہ سے کوئی فائدہ پہنچے گا یا نہیں؟ سو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ جائیں گے تو دونوں ہی جہنم میں اور دونوں کو عذاب بھی دائمی اور ابدی ہوگا۔ مگر اس نیک کام کرنے والے کو عذاب ذرا ہلکا ہوگا۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اے چچا! میری خواہش یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیتے پھر میں خدا سے جھگڑ لوں گا آپ یہ فرما رہے تھے اور ابولہب اور ابوجہل بھی موجود تھے۔ انہوں نے ابو طالب سے کہا کہ ان کے کہنے سے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دو گے تو اس موقعہ پر ابو طالب نے یہ شعر پڑھے۔ جو سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔

و لقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا
لو لا الملامۃ اوحذار مسبۃ
لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

غرضیکہ انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں عار کو نار پر ترجیح دیتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر انتقال ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس واقعہ سے صدمہ گزرا۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگرچہ وہ کفر پر گذر گئے مگر جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے ممانعت نہ ہوگی۔ میں ان کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ چنانچہ آپ ان کے لئے استغفار فرماتے رہے۔ حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝

نبی کے لئے اور ایمان والوں کے لئے اس بات کی اجازت نہیں ہے۔ کہ وہ مشرکین کے واسطے مغفرت مانگیں۔ خواہ وہ مشرکین ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ بعد اس کے کہ ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے استغفار ترک کر دیا۔ اس کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم نے سوال کیا۔ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی اس قدر خدمت کی اور کفار کے مقابلہ میں آپ کی جو مدد کی۔ کیا اس کی وجہ سے ان کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں میری برکت سے ان کے عذاب میں کمی ہوگی اور جہنم میں سب سے کم عذاب اور سب سے ہلکا ان کو ہوگا۔ یعنی ان کو آگ کی دو جوتیاں پہنا دی گئی ہیں۔ جس سے ان کا دماغ ہنڈیا کی طرح پکتا رہے گا۔ اس مقام پر اس کی توجیہ میں علامہ سہیلیؒ نے ابن ہشام کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ دو جوتیاں پہننے میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ ابو طالب سر تا پا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غرق تھے۔ مگر قدم ملت جاہلیت پر قائم رہے۔ اس لئے فقط قدموں کو عذاب دیا گیا اور باقی بدن چھوڑ دیا گیا اور اس جگہ ایک اور شبہ کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جگہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ الْعَذَابُ

کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔

اس سے بظاہر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جو کافر نیک اعمال کرتے ہیں ان کو تو ہلکا عذاب ہوگا۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ اور آیت میں یہ ہے کہ کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ فیصلہ ہو جانے کے بعد جس کافر کے لئے جتنا اور جیسا عذاب مقرر کر دیا جائے گا۔ اس میں کوئی کمی یا کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ بعض کی سزا ہلکی ہوگی اور بعض کی شدید ہوگی۔ یہ نہیں ہوگا کہ کسی کو ابتداء میں شدید عذاب تجویز ہوا اور پھر بعد میں اس میں تخفیف ہو جائے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ابولہب کا یاد آیا یہ آپ کا چچا تھا۔ جب اُس نے آپ کی ولادت مبارک کی خبر سُنی تو اپنی ایک باندی ثوبیہ نامی کو خوشی میں آزاد کر دیا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ ہر دوشنبہ کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی ولادت باسعادت دوشنبہ ہی کو ہوئی تھی۔ جس کی خوشی میں اس نے یہ نیک کام کیا تھا۔ جسکی برکت سے دوشنبہ کے دن عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے ایک لطف لکھا ہے۔ کہ قرآن مجید میں تین سورتیں ہیں۔ جن کے شروع میں قُلْ آیا ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا۔ کہ آپ کہہ دیجئے۔ قل اعوذ برب الناس۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل ھو اللہ۔ مگر اس کے بعد جو چوتھی سورۃ ہے وہ تبت یدا ہے اس میں قُل یعنی کہہ دیجئے نہیں فرمایا۔ اس کی کیا وجہ ہے تو وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ قل کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ اس بارے میں خود براہ راست خطاب نہیں فرما رہے ہیں۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے یہ خطاب فرما رہے ہیں۔ کہ آپ یوں کہہ دیجئے تو خطاب فرمانے والے اس صورت میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے تو چونکہ تبت یدا میں ابولہب کے عذاب کا ذکر ہے اور ابولہب آپ کے چچا تھے۔ تو اگر اس میں بھی قل فرماتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو عذاب کی خبر دینے والے ہوتے جو خلاف ادب تھا۔ اس لئے خداتعالیٰ نے براہ راست خود یہ خبر دی۔ اپنے نبیؐ کو حکم نہیں دیا۔ اسی طرح ایک جگہ زمخشری نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سارا پڑھ جایئے کہ انہوں نے فرعون کو دعوت دی اور خدا تعالیٰ کے احکام پہنچائے۔ اس پر فرعون نے طرح طرح کے اعتراضات کئے۔ مگر کبھی بھی آپ نے اس کو کوئی سخت کلمہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ جس گھر میں پرورش پائی تھی اس کے لئے ایسا کرنا سوء ادب تھا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام سراپا ادب ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کافروں کا ادب بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے چہ جائیکہ مسلمانوں کا بھی ادب نہ کیا جائے۔ غرضیکہ یہ ذکر تھا گھاٹی سے پار ہونے کا۔ یہ درجہ ذاتی کمال کا ہے۔ اب آگے تکمیل کا درجہ ہے۔ کہ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ یعنی کیوں نہ وصیت کی صبر کی۔ کیوں نہ وصیت کی شفقت و رحمت کی۔ صبر کے فضائل تو قرآن مجید اور احادیث میں بے شمار ہیں مگر ان کے بیان کا وقت نہیں۔ اس وقت صبر کے معنی سمجھ لیجئے۔ صبر کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر نفس اور نفسانی خواہشوں کا مادہ پیدا کیا اور دوسری طرف دین کے احکام پر چلنے کا حکم دیا۔ تو جب کبھی بھی نفسانی خواہش میں اور دین کے حکم میں تصادم ہو تو اس وقت نفسانی خواہش کو پامال کرکے اور چھوڑ کے ترجیح دینا اور اس پر عمل کرنا۔ بس یہ معنی ہیں صبر کے اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس بیس ہزار روپیہ امانت رکھوایا اور مر گیا۔ اور اس کے وارثوں کو بھی اس کا علم نہیں۔ اب نفس کی خواہش ہوئی کہ اس روپے کو لے لینا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی اس کا مطالبہ کرنے والا نہیں۔ اور دوسری طرف دین کا یہ حکم ہے کہ اس روپیہ کو اس کے ورثاء کے حوالے کر دو۔ اس موقعہ پر اس شخص نے اگر وہ روپیہ ورثاء کے حوالے کر دیا تو صبر کی فضیلت اس کو حاصل ہو گئی کہ نفس کے مقابلہ میں دین کو ترجیح دی۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔ کہ صبر کی نعمت ایسی ہے کہ جو فرشتوں کو بھی نہیں ملی۔ کیونکہ ان میں نفس اور نفسانی خواہشات ہی نہیں ہے تو ان کو ایسی کشمکش بھی پیش نہیں آتی۔ اس لئے صبر کے مقامات خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے مختص فرمائے ہیں۔ آگے ہے کہ مہربانی اور شفقت کی وصیت کرنا۔ سو حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مہربانی اور شفقت کیا ہے۔ سو یاد رکھو کہ اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنے بیوی بچوں سے شفقت و مہربانی کا سلوک کرے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی عمر میں اس سے بڑا ہو۔ اس کے ساتھ باپ یا چچا کا سا برتاؤ کرے۔ یعنی عزت و اکرام کے ساتھ پیش آئے۔ خواہ اس سے کوئی رشتہ داری وغیرہ ہو۔ یا نہ ہو اور جو برابر کا ہو اس سے اپنے بھائی جیسا سلوک کرے اور چھوٹوں سے بچوں جیسا برتاؤ کرے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا واقعہ ہے۔ کہ آپ کے پاس آپ کے ایک گورنر ملنے کے لئے آئے۔ آپ کو تلاش کیا۔ تو مسجد میں ملے۔ دیکھا کہ بوریئے پر لیٹے ہیں اور محلے کے بچے چاروں طرف جمع ہیں۔ کوئی پیٹ پر چڑھ رہا ہے۔ کوئی ٹانگوں پر۔ کوئی دامن گھسیٹ رہا ہے۔ اور کوئی سر پر چڑھ رہا ہے۔ ان کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ کیونکہ یہ بڑے دبدبے اور ہیبت والے گورنر تھے۔ انہوں نے تعجب سے سوال کیا۔ کہ اے امیرالمومنین یہ کیا حالت ہے؟ یہ بات شان حکومت خلافت کے مناسب نہیں اور میں تو جب دربار کرتا ہوں تو بڑے رعب و داب سے کرتا ہوں۔ کسی بچے کی تو کیا۔ بڑے بڑے آدمیوں کی مجال نہیں ہوتی کہ دم مارے۔ حضرت فاروق اعظمؓ سنتے رہے۔ اور پھر مزید تاکید کے لئے سوال کیا کہ کیا تم اسی طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ ہم نے تم کو گورنری سے معزول کیا۔ تم گورنر ہونے کے قابل نہیں۔ خدا نے تم کو حکومت و امارت اس لئے نہیں دی کہ تم مسلمانوں اور ان کی اولاد کو ریاست اور حکومت دبدبہ اور ہیبت دکھائیں۔ بلکہ اس لئے دی کہ ان کے ساتھ شفقت اور رحمت سے پیش آئیں۔ نہ کہ ان کے لئے ایک مصیبت بن جائیں۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ ان کاموں کو کر گزریں۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ یہی لوگ دائیں والے ہیں۔

اس کے مفسرین نے کئی مطلب بیان کئے بعض نے "میمنہ" کے معنی برکت والے۔ مبارک اور نصیبے والے بیان کئے۔ بعض نے کہا کہ میمنہ کے معنی داہنے والے۔ یعنی جنت میں یہ لوگ عرش کے داہنی طرف سے داخل ہوں گے۔ بعض نے کہا کہ چونکہ مسلمانوں کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس لئے ان کو اصحٰب المیمنہ کہا گیا۔ آگے ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔ وہ لوگ نحوست والے ہیں۔

آگے فرمایا۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ۔ ان پر آگ ہوگی بند کی ہوئی۔ بند کی ہوئی کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی سوراخ کھلا ہو تو اس میں سے آگ کی حرارت نکل جاتی ہے اور فی الجملہ حرارت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح باہر سے ٹھنڈک ہو جاتی ہے تو مطلب یہ ہے۔ کہ دوزخ ان پر بند کر دی جائے گی کہ نہ اسکی حرارت باہر نکل سکے اور نہ باہر سے ٹھنڈک اس میں داخل ہو سکے۔ کوئی راستہ تخفیف کا نہیں

اس جگہ بھی لوگوں کو یہ اشکال گذرتا ہے کہ دائمی عذاب اور وہ بھی اتنا شدید، خلاف تہذیب ہے اور عدل کے منافی ہے۔ مگر آپ دیکھئے کہ دنیا کی حکومتیں باغیوں کو چودہ چودہ سال کیلئے قید بامشقت کی سزا دیتی ہیں۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ عمر بھر کی قید بامشقت۔ مگر اس کو کوئی خلاف عدل نہیں سمجھتا کہ آخر ایک قابل اور فاضل اور روشن دماغ انسان کو محض بغاوت کی بنا پر ہمیشہ کیلئے قید کر دیا گیا اور اسکی ذاتی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا کوئی لحاظ نہ کیا گیا۔ حالانکہ یہاں پر دنیا کے جو حکام ہیں انکی حیثیت یہ ہے کہ اس باغی کی زندگی اور حیات کے نہ وہ مالک ہیں۔ نہ انکی عطا کردہ ہے بلکہ محض حکمران ہونیکی وجہ سے یہ سزائیں دی جاتی ہیں۔ مگر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ تو خداتعالیٰ جسنے عقل و فہم جسم و جان سب کچھ عطا کیا اور ہر چیز کا وہ خالق و مالک ہے تو اگر وہ اپنے باغیوں کیلئے عذاب دائمی کی سزا تجویز فرمائے تو اشکال کیوں ہے آخر میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلامی قوانین کی رو سے کافر کو کوئی عہدہ نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس سلسلے میں تعصب اور تنگ نظری کا گمان کرنا کم فہمی کی بات ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جس طرح کوئی حکومت اپنی حکومت کے باغی کو کوئی عہدہ دینا گوارا نہیں کرتی۔ کیونکہ جملہ کافر اسلام اور خدا اور رسول کے باغی ہیں اور تمام حکومتوں کا قاعدہ ہے کہ باغی کو کوئی عہدہ نہیں ملتا۔ اسکی سزا حبس دوام ہے خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو راہ راست پر چلائے اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر سب کا خاتمہ فرمائے۔ آمین

بچوں کا صفحہ

ریا کی نیت شرک ہے

از جناب کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی ایسی ہے۔ جس سے جہنم خود بھی چار سو مرتبہ روزانہ پناہ مانگتی ہے۔ وہ ریاکار قاریوں کے واسطے ہے:

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ جب الحزن سے پناہ مانگا کرو۔ (یعنی غم کے کنوئیں سے جو جہنم میں ہے) صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ اس میں کون لوگ رہیں گے فرمایا کہ جو لوگ اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ الآیہ (بقرہ ع ۳۶) اے ایمان والو تم احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔ جس طرح وہ شخص (برباد) کرتا ہے جو اپنا مال لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے خرچ کرتا ہے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس شخص کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ ایک چکنا پتھر ہو۔ جس پر کچھ مٹی آ گئی ہو (اور اس مٹی میں کچھ سبزہ وغیرہ جم گیا ہو) پھر اس پتھر پر زور کی بارش پڑ جائے۔ سو وہ اس کو بالکل صاف کر دے گی۔

(اسی طرح ان احسان رکھنے والوں اور ریاکاروں کا خرچ کرنا بھی بالکل صاف اڑ جائے گا اور قیامت کے دن) ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔ یعنی یہ جو نیکیاں کی تھیں صدقات دیئے تھے۔ یہ سب ضائع ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جگہ قرآن پاک میں ریا کی مذمت فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا۔ ان میں ایک تو شہید ہوگا۔ اس کو بلایا جائیگا اور بلانے کے بعد دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کے انعامات اس پر ہوئے تھے۔ وہ اس کو یاد دلائیں گے۔ اس کے بعد اس سے مطالبہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کی ان نعمتوں میں رہ کر تونے کیا نیک عمل کیا۔ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری رضا جوئی میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (اور تجھ پر قربان ہو گیا) ارشاد ہوگا کہ یہ جھوٹ ہے۔ تو نے جہاد اس لیۓ کیا تھا۔ کہ لوگ بڑا بہادر بتائیں گے۔ لہٰذا وہ تجھے بہت بڑا بہادر بتا چکے ہیں۔ (جو غرض عمل کی تھی وہ پوری ہو گئی) اس کے بعد اس کو جہنم میں پھینک دینے کا حکم کیا جائے گا۔ اور تعمیل حکم میں اس کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرا شخص ایک عالم ہوگا۔ جس کو بلا کر خدا تعالےٰ کے انعامات اور احسانات جتا کر اس سے بھی دریافت کیا جائے گا کہ خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں میں تو نے کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا۔ تیری رضا جوئی میں قرآن پاک پڑھتا رہا۔ ارشاد ہوگا یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ سب کچھ اس لیۓ کیا گیا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بڑا عالم ہے۔ سو لوگوں نے کہہ دیا (اور جو مقصد اس محنت سے تھا۔ وہ حاصل ہو چکا ہے) اس کے بعد اس شخص کو بھی جہنم میں پھینکنے کا حکم کیا جائے گا۔ اور تعمیل حکم میں منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرا شخص ایک سخی ہوگا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے دنیا میں بڑی وسعت فرما رکھی تھی۔ ہر قسم کے مال سے اس کو نوازا تھا۔ اس کو بلایا جائے گا اور جو انعامات اللہ تعالےٰ نے اس پر دنیا میں فرمائے تھے۔ وہ جتا کر سوال کیا جائے گا کہ ان انعامات میں تیری کیا کارگزاری ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ میں نے خیر کا کوئی موقع جس میں خرچ کرنا آپ کو پسند ہو ایسا نہیں چھوڑا۔ جس میں آپ کی خوشنودی کے لیۓ خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا۔ یہ جھوٹ ہے تو نے محض اس لیۓ خرچ کیا کہ لوگ کہیں گے بڑا سخی مرد ہے سو کہا جا چکا اس کے بعد اس کو بھی جہنم میں پھینکنے کا حکم ہوگا۔ اور تعمیل حکم میں منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ بروایت مسلم)

اس حدیث میں اور اسی طرح اور احادیث میں جہاں جہاں ایک شخص کا ذکر آتا ہے اس سے ایک قسم آدمیوں کی مراد ہوتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ معاملہ صرف تین آدمیوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تینوں قسموں کے آدمیوں سے یہ مطالبہ ہوگا اور مثال کے طور پر ہر قسم میں سے ایک ایک آدمی کا ذکر کر دیا۔ ان کے علاوہ اور بھی احادیث میں کثرت سے اس پر تنبیہ کی گئی ہے اور بہت زیادہ اہمیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ جو کام بھی کیا جائے۔ وہ خالص اللہ جل شانہٗ کے لیۓ کیا جائے اور جتنا بھی اہتمام ہو سکے اس کا کیا جائے کہ اس میں ریا اور نمود و شہرت اور دکھاوے کا شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ مگر اس جگہ شیطان کے ایک بڑے مکر سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے۔ دشمن جب قوی ہوتا ہے تو وہ مختلف انواع سے اپنی دشمنی نکالا کرتا ہے۔ یہ بہت مرتبہ آدمی کو اس وسوسہ کی بدولت کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں۔ اہم ترین عبادتوں سے روک دیتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان اول تو نیک کام سے روکا کرتا ہے۔ اور ایسے خیالات دل میں ڈالا کرتا ہے۔ جس سے اس کام کے کرنے کا ارادہ ہی پیدا نہ ہو۔ لیکن جب آدمی اپنی ہمت سے اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کے روکنے پر عمل نہیں کرتا تو وہ کہا کرتا ہے۔ کہ تجھ میں اخلاص تو ہے ہی نہیں۔ یہ تیری محنت عبادت بیکار ہے۔ جب اخلاص ہی نہیں پھر ایسی عبادت کرنے سے کیا فائدہ اور اس قسم کے وسوسے پیدا کر کے نیک کام سے روک دیتا ہے اور جب آدمی رک جاتا ہے تو اس کی غرض پوری ہو جاتی ہے (احیا) اس لیۓ اس خیال سے نیک کام کرنے سے رکنا نہیں چاہیئے کہ اخلاص تو ہے نہیں بلکہ نیک کام کرنے میں اخلاص کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اس کی دعا کرتا رہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ محض اپنے لطف سے دستگیری فرمائے تاکہ نہ تو دین کا مشغلہ ضائع ہو نہ برباد ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے ریا کی نیت سے نماز پڑھی۔ اس نے شرک کیا۔ جس نے ریا کے ارادے سے روزہ رکھا۔ اس نے شرک کیا۔ جس نے ریا کی نیت سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ (مشکوٰۃ)

یعنی جس نے اپنی ان عبادتوں میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو دکھانا مقصود ہے۔

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوھدری

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۲۱ ۱۶۳- مورخہ ۳ر مئی سنہ ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن " " " T.B.C. ۲۷۳/۲۴۸۱- مورخہ ۷ر ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

اس نے اپنی عبادت کو خاص خدا کے لئے نہیں رکھا۔ بلکہ اس کی عبادت ساجھے کی عبادت بن گئی اور اس عبادت کی غرض میں ان کا حصہ بھی ہو گیا۔ جن کو دکھانا مقصود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو عبادت بھی ہو۔ خالص اللہ کی رضا کے واسطے ہو۔ اس میں کوئی فاسد غرض ریاء شہرت وجاہت وغیرہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ کہ اس میں نیکی برباد گناہ لازم ہو جاتا ہے۔ احادیث میں بہت کثرت سے اس پر وعیدیں اور تنبیہیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں سب شریکوں میں سب سے زیادہ بے پروا ہوں۔ جو شخص کسی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر دیتا ہے۔ میں اس عبادت کرنے والے کو اس کے دبنائے ہوئے) شریک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ) یعنی وہ اپنا بدلہ اور ثواب اس شریک سے جا کر لے لے۔ مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا۔ کہ جس شخص نے اپنے کسی عمل میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا ہے۔ وہ اس شریک سے اپنا ثواب مانگ لے اللہ تعالیٰ شرکت سے بے نیاز ہے (مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم لوگ دجال کا تذکرہ کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس کا میں تم پر دجال سے بھی زیادہ خوف کرتا ہوں۔ ہم نے عرض کیا کہ ضرور بتائیں۔ فرمایا کہ وہ شرک خفی ہے مثلاً ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے (اخلاص سے شروع کی ہے۔ کوئی شخص اس کی نماز کو دیکھنے لگے) وہ آدمی کے دیکھنے کی وجہ سے اپنی نماز لمبی کر دے

ایک دوسرے صحابیؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا چھوٹا شرک کیا ہے۔ فرمایا۔ ریا ہے یعنی دکھلاوا۔

ایک حدیث میں اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ جس دن حق تعالیٰ بندوں کو انکے اعمال کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ ان لوگوں سے یہ ارشاد ہو گا۔ کہ جن کو دکھانے کیلئے کئے تھے۔ دیکھو ان کے پاس تمہارے اعمال کا بدلہ ہے یا نہیں (مشکوٰۃ) قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (سورۃ کہف ع ۱۲- جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے اور (ان کا محبوب و مقرب بننا چاہے) تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میں بعض (دینی) مواقع میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کھڑا ہوتا ہوں۔ مگر میرا دل چاہتا ہے کہ میری اس کوشش کو لوگ دیکھیں۔ حضورؐ نے اس کا کوئی جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ میں صدقہ کرتا ہوں اور صرف اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ مگر دل یہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے اچھا کہیں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرتا ہے تو میں اس عمل کو سارے کا سارا چھوڑ دیتا ہوں۔ میں صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے ہو۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساجھی کے ساتھ بہترین تقسیم کرنیوالا ہوں۔ جو شخص اپنی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو ساجھی کر دے۔ میں اپنا حصہ بھی اس ساجھی کو دے دیتا ہوں۔

بقیہ عالم برزخ صفحہ ۱۶ سے آگے

جاتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ سو جا۔ یہ کہتا ہے کیا میں چلا جاؤں اور اپنے گھر والوں کو خبر دے دوں۔ تب وہ کہتے ہیں۔ جس طرح دلہن سو جاتی ہے کہ اس کا جگانے والا اس کا شوہر ہی ہوتا ہے۔ الغرض وہ اس وقت تک سوتا رہتا ہے۔ جب تک اس کو خدا تعالیٰ اٹھائے۔

(۱۰) حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبر میں کافر پر ننانوے سانپ مقرر کیے جاتے ہیں اور وہ اس کو ڈس کر لگتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک سانپ اتنا بڑا ہوتا ہے اور اس کا زہر ایسا ہے کہ اگر زمین پر پھنکار مارے تو زمین پر کبھی سبزی نہ اُگے۔

(۱۱) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ سعد بن معاذؓ ایسے شخص تھے۔ جن کے مرنے سے عرش حرکت میں آ گیا تھا۔ اور ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ اور اُن کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے جمع ہوئے تھے۔ لیکن ان کی قبر پہلے تو تنگ ہو گئی۔ اس کے بعد کشادہ کر دی گئی۔ (مشکوٰۃ عذاب قبر)

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں ایک سورۃ ایسی ہے۔ جس کی تیس آیات شفاعت کریں گی اور یہ سورۃ تبارک الذی (مُلک) ہے۔

(۱۳) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے لاعلمی میں اپنا خیمہ ایک قبر پر قائم کیا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اسی قبر میں سے تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ پڑھنے کی آواز سُنی۔ جا کر حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ وہ سورۃ ہے جو قبر کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔

(لہذا سوتے وقت اس سورۃ کی تلاوت کرنی چاہیئے) پیشاب کرتے وقت کپڑوں کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچانا چاہیئے۔ ورنہ عذاب قبر میں مبتلا ہو گے۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔